جلد 19 شمارہ 11 ماہ نومبر 2017ء صفر المظفر 1439ھ

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا

اللہ

صداقت

محبت

سِلسلہ عالیہ توحیدیہ

ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل

ماہنامہ

فلاحِ آدمیت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض و مقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف و کرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب و عرفان اور اس کی رضا و لقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد و بغض، تجسّس و غیبت اور ہوا و ہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم و رضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لاحاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل و عیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح و خدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

ماہنامہ

فلاحِ آدمیت

گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

فلاحِ آدمیت

بیاد
خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ
بانی سلسلہ

محمد صدیق ڈارؒ
بانی مجلہ فلاح آدمیت

نگران و سرپرست اعلیٰ: جناب **محمد یعقوب توحیدی**
شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ
0344-9000042

مجلس ادارت

مدیر	احمد رضا خان 0321-6400942
معاون مدیر	خالد محمود بخاری 0300-7374750
نائب مدیر	سید رحمت اللہ شاہ 0333-4552212

خالد مسعود، وحید احمد
پیر خان، عتیق احمد عباسی
حافظ محمد یٰسین، عبدالقیوم ہاشمی
پروفیسر محمد شبیر شاہد ہوتوانی
ماجد محمود توحیدی

ترسیل: **فہد محمود ، محمد ریاض**

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ
مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
Ph: 055-3411030 ای میل: info@tauheediyah.com
Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ -/30 روپے ✿✿✿ سالانہ فنڈ -/300 روپے

اس شمارے میں

عقل کی حدود

(قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدیؒ)

انسان نے اپنی سہولت کے لیے سینکڑوں قسم کی مشینیں ایجاد کر رکھی ہیں ان سے صحیح طور پر کام لینے کے لیے یہ ضروری ہوتا ہے کہ ان کے بارے میں جان کاری حاصل کی جائے۔ اسی لیے ہر مشین کے طریقہ استعمال اور اس کی مناسب دیکھ بھال کی تعلیم دینے کے لئے اس کا ڈیزائنر اور بنانے والا ادارہ خریداروں کو مشین کے ساتھ ایک کتابچہ ہدایات بھی مہیا کرتا ہے۔اگر ان ہدایات پر عمل کیا جائے تو مشین کی کارکردگی عمدہ اور عمر طویل ہوگی بصورت دیگر لاپرواہی کے نتیجہ میں اس میں لاتعداد نقائص پیدا ہو جائیں گے اور اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ مشین اپنی تخلیق کے مقاصد ادا کرنے کے قابل نہیں رہے گی۔آخر کار اسے ایک بیکار چیز سمجھ کر کاٹھ کباڑ میں پھینک دیا جائے گا یہ ایک حقیقت ہے کہ کسی بھی چیز کو اس کے خالق سے زیادہ بہتر کوئی دوسرا نہیں سمجھ سکتا اس لئے بہترین نتائج اسی صورت میں حاصل کیے جاسکتے ہیں۔جب اس کے خالق کی دی ہوئی ہدایت پر پوری طرح عمل کیا جائے۔جس طرح کوئی مشین یا حیوان اپنی بہتری یا بھلائی کیلئے کتاب ہدایت خود مرتب نہیں کرسکتا اسی طرح انسان بھی ایک جامع اور بے خطا آئین مرتب کرنے سے قاصر ہے جو اسے حقیقی کامیابی سے ہمکنار کرسکے۔کیوں کہ جب تک انسان کی شخصیت اور اس کی زندگی کی حقیقت کو پوری طرح نہ سمجھا جائے،اس کے برے بھلے کا فیصلہ کیا ہی نہیں جاسکتا۔لیکن انسان کے لیے اپنے آپ کو سمجھنا یعنی عرفان نفس حاصل کرنا ایک کار دشوار بلکہ ناممکنات میں سے ہے۔سائنسدانوں کے اندازے کے مطابق انسان کو زمین پر پیدا ہوئے تقریباً دس لاکھ برس ہو چکے ہیں۔اس طویل عرصہ میں وہ اپنی عقل کے بل بوتے پر مادی اشیاء کو بھی مکمل طور پر سمجھ نہیں پایا تو نفس،قلب اور روح کی نزاکتوں اور روحانی عوالم کی لطافتوں کو بھلا

کیونکر جان سکتا ہے۔زندگی بذات خود ایک ایسا راز ہے کہ موجودہ سائنس اپنی تمام تر ترقی کے باوجود اس کی دریافت کے قریب بھی نہیں پہنچ سکی۔ پاکستان کے ایک عظیم مفکر علامہ عنایت اللہ خان مشرقی نے دنیا بھر کے سائنسدانوں کے نام اپنے ایک مراسلہ بعنوان ''انسانی مسئلہ'' میں تحریر فرمایا:

''ہمارا علمِ کیمیاء صرف بے جان مادّے کا علم ہے۔ اس نے چند عمدہ اور مفید مرکبات یا تجریدی معجزے تیار کیے ہیں لیکن زندگی کے مسئلہ کا حل ان دریافتوں سے نہیں ہو سکا۔ سائنسدان شرم کا مارا روزِ اول سے ہی سٹپٹا رہا ہے جب وہ مکمل سکتے میں ایک انڈے کو دیکھتا ہے کہ خود بخود پھٹ کر چوزہ بن چکا ہے۔ اس انڈے کے اندر جو تغیر رونما ہوتا رہا ہے وہ اس کے کسی چھوٹے سے چھوٹے عمل کی توجیہہ سمجھنے سے قاصر ہے یا جب ایک چھوٹا سا بیج خود بخود ایک درخت بنتا جاتا ہے اور اس کے اندر جو تغیر رونما ہوتا رہتا ہے اس کی توجیہہ اس کی سمجھ میں نہیں آتی حتیٰ کہ وہ اس تقاضے کی حقیقت کو بھی نہیں سمجھ سکتا جو بیج کو درخت بنا رہا ہے زندگی کے اندر خود بخود اکساہٹ کیوں ہے یہ ایک حواس باختہ کر دینے والا مسئلہ ہمیشہ سے رہا ہے حالانکہ یہ یقینی بات ہے کہ زندگی ضرور ابتدائی طور پر بے جان مادے ہی سے پیدا ہوئی ہوگی۔ یہ درمیانی کڑی جب مل گئی اور اس کی خاطر خواہ توجیہہ بھی مل گئی تو یہ انکشاف شاید صحیح علم کا پہلا طلوع ہو گا جب کہ انسان کی بنائی ہوئی جیومیٹری اور ریاضی اور کیمیا سب کے سب ماضی کے کھلونے بن جائیں گے اور انسان کی فطرت کی زبان میں اور فطرت کی اکائیوں میں سمجھ آنے لگے گی۔ یہ ایک انتہائی طور پر حیرت انگیز بات ہے کہ انسان جو بذات خود زندگی کی اکساہٹ بدرجہ کمال رکھتا ہے اس اکساہٹ کی توجیہہ بھی نہیں کر سکتا بلکہ اس کو محسوس بھی نہیں کر سکتا جو اس کے جسم کے بالوں کو خود بخود بڑھاتی رہتی ہے۔ جو اس کے اپنے جسم کے زخموں کو خود بخود مندمل کر دیتی ہے، جو اس کے معدے میں خوراک کو خود بخود ہضم کر دیتی ہے، جو اس کے کانوں سے سننے، آنکھوں سے دیکھنے اور ذہن سے سوچنے کا کام لیتی ہے اگر بے جان مادے کے ارتقاء سے یہ خاصیتیں کسی جادو کے زور سے پیدا ہوتی ہیں تو یقیناً

وہ طلسم ہمیں ان کیمیائی فارمولوں سے نہیں مل سکتا جو ہم نے معلوم کر کے عمدہ طور پر ترتیب دے رکھے ہیں بلکہ وہ ہمیں اس روشنی کے عمل سے روز بروز زیادہ واقفیت حاصل کرنے سے ملے گا۔ جو ایک بجھی ہوئی موم بتی کو یکدم جلا دیتی ہے اور اس ذرا سی چھوت سے بتی کو جلائے رکھتی ہے"۔

"نــــور" ہمیں انسانی ذہن اور شعور کی فطرت کے طریقہ عمل کے متعلق انتہائی طور پر جانکاہ دروں رسی کے بعد ہی مل سکے گا اور وہ بھی اس وقت کہ زندگی کے عظیم الشان راز میں مسلسل غور و فکر کے بعد کوئی نیا طریقہ تلاش مل جائے جو موجودہ طریقوں سے مختلف ہو۔ زندگی کا مسئلہ دراصل فطرت کے اس راز کو دریافت کرنے کا مسئلہ ہے جو انڈے کو آنے والے چوزے کی اکائی انسان کے نطفے کو آنے والے بچہ کی اکائی اور بیج کو آنے والے درخت کی اکائی بنا دیتا ہے"۔

انسان اپنی اس بے بسی اور کوتاہ علمی کے باوجود ہر دور میں اپنی عقل کو کامل سمجھنے کی غلط فہمی میں مبتلا رہا ہے۔ جس طرح اپنے بچوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ ہر عمر میں اپنی رائے کو ہی درست جانتے ہیں خواہ وہ سو فیصد غلط کیوں نہ ہوں بلکہ بسا اوقات تو مضر اور مہلک چیزوں کے حصول کے لیے ضد کرتے ہیں۔ انسان کے اندر کارفرما روح کی حقیقت جاننا تو بہت دُور کی بات ہے انسان تو یہ جاننے سے بھی قاصر ہے کہ رحم مادر کے اندر اس کی ظاہری شکل و ہیئت اور جسم کے اندرونی اعضاء کو بہترین صورت دینے میں کون کون سے عوامل کارفرما ہوتے ہیں۔ ایک ہی والدین کی اولاد میں شکل و شباہت، عادات، خصائل اور ذہنی رجحانات کا فرق کیوں ہوتا ہے؟ انسان ہنستا، روتا اور سوتا کیوں ہے؟ انسان کے ظاہری اعضاء کو دماغ کنٹرول کرتا ہے لیکن دماغ پر کون سی چیز حکمرانی کرتی ہے اور وہ مادّی ہے یا غیر مادّی؟ خیال، ارادہ، احساس، جذبات، حزن، مسرت اور محبت کی کیا حقیقت ہے؟ انسان سوتے میں خواب کیوں دیکھتا ہے اور ان میں آئندہ پیش آنے والے واقعات کس طرح نظر آجاتے ہیں؟ جو لوگ مستقبل کے بارے میں پیش گوئیاں کرتے ہیں ان کے علوم کی بنیاد کیا ہے؟ کسی واقعہ یا حادثہ کے وقوع پذیر ہونے سے پہلے ہی اس کے بارے میں علم ہو جانا کیونکر ممکن ہے؟ الغرض انسانی جسم و جان کے اندر پوشیدہ اور اردگرد کی کائنات میں

پھیلی ہوئی ان گنت گتھیاں ایسی ہیں جو انسان ابھی تک سلجھا نہیں سکا۔ بایں ہمہ اگر پھر بھی انسان یہ سمجھے کہ میں اپنے برے بھلے کو خوب جانتا اور اپنے لیے خود ہی بہترین آئین حیات تجویز کر سکتا ہوں تو یہ اس کی کج بحثی، کم فہمی اور عاقبت نا اندیشی ہے۔ انسان کو کامیاب اور پُر امن زندگی گزارنے کیلئے جس راہنمائی اور روشنی کی ضرورت ہے وہ انسانوں اور تمام جہانوں کا خالق اور ربّ ہی عطا کر سکتا ہے۔ انسانی تاریخ اس حقیقت پر شاہد ہے کہ دنیا کی جن اقوام نے فیضانِ سماوی سے منہ موڑ کر عقل بے مایہ کی راہنمائی میں اپنے لیے آئین سازی کی، انہوں نے قدم قدم پر ٹھوکریں کھائی ہیں کیونکہ انسانی عقل کی اپنی حدود وقیود ہیں۔ جو عقل مادّی کائنات کو صحیح طور پر نہیں سمجھ سکی وہ مادّے سے ماورا انسانی حقیقت کی راہنمائی اور امامت کے فرائض کیوں کر انجام دے سکتی ہے انسان کی محدود سوچ اور ناقص عقل کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

﴿ وَ عَسٰٓی اَنْ تَکْرَھُوْا شَیْئًا وَّ ھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ وَ عَسٰٓی اَنْ تُحِبُّوْا شَیْئًا وَّ ھُوَ شَرٌّ لَّکُمْ وَ اللّٰہُ یَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (البقرۃ:۲۱۶)

''عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بری لگے اور وہ تمہارے حق میں بھلی ہو اور عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بھلی لگے اور وہ تمہارے لئے مضر ہو اور اللہ بہتر جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔''

عقل کے پیش کردہ نظریات کی ناپائیداری کی کیفیت یہ ہے کہ ہر دور کا انسان اپنے آباؤ اجداد کے معاشی، معاشرتی اور سائنسی خیالات کو دور از کار اور فرسودہ قرار دے کر ردّ کرتا رہا ہے گویا کہ انسانی عقل اپنے ہی قائم کردہ گزشتہ نظریات کو غلط ثابت کر کے اپنی ناپختگی اور کم مائیگی کا ثبوت فراہم کرتی رہتی ہے اور اپنی متلون سوچ کی وجہ سے ٹھوکروں پر ٹھوکریں کھاتی چلی جاتی ہے۔ عقل ہی کو سب کچھ سمجھنے والے یورپی عمائدین اور سائنسی عقائد کے اماموں مثلاً ''ڈارون، فرائڈ اور مارکس وغیرہ نے انسانی نفس کی گھٹیا اور حیوانی جبلتوں کے علم کو ہی علم کل سمجھ کر انسان کو حیوان محض اور سفلی خواہشات، جنسیت اور ہوا و ہوس کا مستقل غلام قرار دے دیا ہے۔

اس تباہ کن سوچ نے مذہب سے آزاد مادّہ پرستوں کو کام و دہن اور جنسی لذتوں کا والہ وشیدا بنا دیا اور وہ مذہب کی پاکیزہ اور اعلیٰ قدروں سے دستبردار ہو کر حیوانیت کی سطح پر گر گئے۔ تہذیب وتمدن کے قائم کردہ قدیم ادارے ایک ایک کر کے ٹوٹ گئے۔

شادی بیاہ کو ایک فضول رسم قرار دے کر خاندانی زندگی کی جڑ کاٹ کر رکھ دی۔ حدود و قیود سے عاری اور بے لگام آزادی کی لہر نے حیوان کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔ مردوں کی مردوں سے اور عورتوں کی عورتوں سے شادی کو جائز قرار دے دیا۔ بے روک ٹوک جنسی تعلقات، اسقاطِ حمل، ناجائز بچوں، منشیات کے کھلے استعمال اور ہر قسم کے عقیدے کی آزادی، یہاں تک کہ شیطان کی پوجا کرنے والوں کے چرچ کو بھی قانونی حیثیت دے دی گئی۔ بے راہ روی کے اس طوفان کے ہولناک نتائج سامنے آنا شروع ہو گئے ہیں پھر بھی مادہ پرست انسان ترقی پسندی کے شوق میں ذلت اور گناہ کی دلدل میں دھنستا چلا جا رہا ہے۔ مغربی تہذیب نے اگر وحی الٰہی، آخرت پر ایمان اور روحانیت کا دامن نہ تھاما تو اس کا انجام یقینی تباہی ہوگا۔ صرف عقل کے بل بوتے پر آگے بڑھنے والے موجودہ دور کے انسان کی حالت زار بیان کرتے ہوئے ضربِ کلیم میں علامہ اقبالؒ نے فرمایا:

عشق ناپید و خرد می گزدش صورت مار
عقل کو تابع فرمان نظر کر نہ سکا
ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزر گاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
اپنی حکمت کے خم و پیچ میں الجھا ایسا
آج تک فیصلہ نفع و ضرر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا

نقوشِ مہر و وفا

(فرمودات قبلہ بابا جان محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ)

مرتب: سید رحمت اللہ شاہ

فون پر بابا جانؒ کی ایک بھائی سے بات ہوئی۔ بات ختم ہوئی تو بابا جانؒ نے بتایا کہ فلاں صاحب تھے۔ حاضرین میں موجود ایک بھائی نے گلہ کیا کہ وہ تو کبھی حلقہ ذکر میں نہیں آئے۔ بابا جانؒ نے بتایا کہ وہ کہتے ہیں بیمار ہوں۔ دو مہینے سے شوگر ہے۔ ہسپتال بھی رہا ہوں۔ بابا جانؒ نے فرمایا؛ اللہ صحت دے! بہرحال نیا سال ہے، دُعا تو کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ انہیں تندرستی عطا فرمائے۔ سختی شختی کرنی ہے تو وہ صاحب (اللہ میاں) خود کرے۔ آپ لوگ پیار کریں۔ مالک وہ ہے۔ وہ ڈنڈے مار سکتا ہے۔ ہم کیوں ماریں۔ خود Soft ہے۔ وہ نہیں مارتا اور ہم ماریں!

بھائی نے کہا؛ پوچھو حلقہ میں نہیں آئے تو وہ کہتے ہیں کہ ٹائم نہیں ملا۔ بابا جانؒ نے فرمایا؛ ٹائم نہیں ملا صحیح بات تو ہے۔ بھائی جان نے کہا؛ اب (ٹائم) مل گیا ہے۔ اب بستر پر سویا ہے۔ بابا جانؒ نے فرمایا؛ ہاں وہ تو مل جاتا ہے۔ سائیں تو بستر پر باندھ کے مارتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سختی کرنی ہے تو وہ خود کرے۔ وہ فرماتا ہے کہ اگر ہم چاہیں تو ساری دنیا مسلمان ہو جائے۔ ایسی نشانی اتاریں کہ تمام سربسجود ہو جائیں۔ آپ یہ فکر نہ کریں کہ یہ کیوں نہیں آتے۔ آپ پہنچا دیں بس۔ آپ سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ یہ ایمان کیوں نہیں لایا۔ بس یہ اللہ کی بات ہوتی ذہنی چاہیے۔ دعا خیر کریں ان کے لئے کہ اللہ بہتری کرے۔ صحت دے۔

باباجیؒ (بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ) ذکر اذکار کے بارے میں یہی بات کرتے تھے کہ جس سے کہو ذکر کرو، وہ تو کہتے ہیں کہ نماز کا ٹائم نہیں ہے۔ ذکر تو اس

سے زائد بات ہے۔ جسے کہو، کہتے ہیں کہ ٹائم نہیں ہے۔ ایک بچی نے Message بھیجا، سناتا ہوں آپ کو۔ ایک بادشاہ بازار سے گزرا۔ اس نے فقیر کو دیکھا کہ بیٹھا ہے۔ بادشاہ جانتا تھا۔ کہنے لگا کہ سائیں بابا آج یہاں بیٹھے ہو بازار میں کیا کر رہے ہو؟ فقیر نے کہا: میں بادشاہ سلامت اللہ کی اور بندوں کی صلح کرا رہا ہوں۔ بادشاہ نے کہا: پھر؟ فقیر نے جواب دیا: اللہ تو مانتا ہے، بندے نہیں مانتے۔ بندے صلح نہیں کرتے۔ اللہ تو کہتا ہے کہ کر لو صلح۔ جو میں کہتا ہوں وہ کرو ٹھیک ہو جاؤ گے۔ دنیا بھی بہتر اور آخرت بھی بہتر ہو جائے گی مگر بندے نہیں مانتے۔ صلح کر لو ٹھیک ہو جائے گا مگر بندے نہیں مانتے۔ پھر مہینے بعد دیکھا کہ وہ سائیں قبرستان بیٹھا ہے۔ بادشاہ گزرا، پوچھا: سائیں بابا یہاں کیا ہو رہا ہے؟ جواب ملا: بندوں کی اور اللہ کی صلح کرا رہا ہوں۔ (بادشاہ نے پوچھا) پھر؟ فقیر نے کہا: بندے تو اب مانتے ہیں، اللہ میاں نہیں مانتا۔ اب قبرستان آ گئے ہیں۔ بندے تو مانتے ہیں مگر اب اللہ میاں نہیں مانتا۔

ہمیں یہاں ہی مان جانا چاہیے جو اللہ کہتا ہے۔ اللہ اپنے پیغمبر اور رسول بھیجتا ہے۔ صلح کے لئے بھیجتا ہے کہ صلح کر لو۔ اللہ کو اپنا آقا مان لو۔ اور اس کے حکم کے مطابق زندگی بسر کرو۔ دنیا بھی بہترین، آخرت بھی بہترین۔ کامیاب ہو جاؤ گے۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُم بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (سورۃ الروم ۳۰۔ آیت ۴۱)

”فساد ظاہر ہو گیا خشکی اور تری میں ان برائیوں سے جو لوگوں کے ہاتھوں نے کمائیں تا کہ انہیں ان کے بعض کرتوتوں کا مزہ چکھائے، شاید کہ وہ باز آ جائیں۔“

اپنی مرضی سے چلو گے تو پھر فساد ہی ہوگا۔ جنگیں لگیں گی اور پھر لگی ہی رہیں گی۔ مٹیں گی نہیں۔ یہاں یہ (انسان) نہیں مانتا، وہاں وہ (اللہ) نہیں مانتا کہ بڑا کچھ کیا۔ رسول اپنے سوہنے سوہنے پیارے پیارے بندے جو تھے سب سے وہ بھیجے۔ تم ان سے Mistreat ہی کرتے رہے۔ مارتے رہے۔ تکلیفیں پہنچاتے رہے بلکہ قتل بھی کرتے رہے۔ وَيَقْتُلُونَ

النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ حَقٍّ ۔ (سورۃ آلِ عمران ۳۔آیت ۲۱) تمہاری خاطر ہی یہ بھیجے کہ اللہ کا پیغام تمہیں پہنچ جائے۔حقیقت سے تمہیں آشنائی ہو جائے۔یہ دنیا کی حقیقت کیا ہے۔اصل زندگی اس کے بعد ہے۔تم نے ان کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا۔سب سے پیارے انسانوں کو تکلیفوں میں تمہاری خاطر ڈالا کہ یہ نہ ہو کہ تمہیں پتا نہیں۔وہاں وہ نہیں مانتا۔وہاں تو بندے کہتے ہیں کہ اللہ ہمیں واپس جانے دے۔اب ہم صحیح کام کریں گے۔مگر پھر وہی کریں گے اگر بھیجا تو۔پہلے بھی اس نے عہد لے کر بھیجا تھا۔ اَلَسْتُ بِرَبِّکُم. کہ آقا و مالک میں ہی ہوں۔ساروں نے کہا کہ ہاں جی آپ ہی ہیں۔یہاں آ کر مکر گئے۔وہ پھر نہیں مانتا۔چلو جی یہی ہے یہ چل رہا ہے۔آپ سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ وہ ایمان کیوں نہیں لائے۔آپ سے صرف یہی پوچھا جائے گا کہ آپ بتا دیں۔

بابا جیؒ بھی کہتے تھے کہ لوگ کہتے ہیں ٹائم نہیں ہے۔ہم کہتے ہیں کہ ہم آپ سے ٹائم نہیں مانگتے۔جو ٹائم ضائع چلا جاتا ہے۔جس میں آپ کچھ نہیں کر رہے ہوتے۔اس میں اللہ اللہ کر لیا کرو۔بس اسی سے کام بن جائے گا۔ہم نے آپ کو چلے نہیں کرانے۔آپ کو راتوں کو جگانا نہیں ہے۔نہ قبرستان میں کھڑا کرنا ہے۔نہ قبر میں کھڑا کرنا ہے تھوڑا سا ذکر کرو۔پندرہ بیس منٹ۔آدھا گھنٹہ اور سو جاؤ اپنے گدے پر ایئر کنڈیشنڈ میں۔باقی ٹائم چلتے پھرتے، اُٹھتے بیٹھتے جب کچھ نہیں کر رہے تو پھر اللہ اللہ کرو۔سویرے اُٹھ کر دہی لینے چلے بازار۔راستے میں آپ کیا کر رہے ہوتے ہیں۔دہی کی دکان تک جاتے اور آتے میں آپ اور تو کچھ نہیں کر رہے۔تو یہ کرو۔جو سانس اندر جائے اس سے اللہ کرو اور جو باہر نکلے اس سے اللہ کرو۔اللہ اللہ کرتے جاؤ۔ اور اللہ اللہ کرتے آؤ۔مسجد جاتے ہو، اللہ اللہ کرتے جاؤ۔ڈیوٹی پر جانا ہے۔کار یا سائیکل جس پر بھی جاتے ہو۔راستے میں تو کچھ نہیں کر رہے ہوتے۔اللہ اللہ کرو۔دکان کھولی ہے، جھاڑو دے رہے ہو تو اللہ اللہ کرو۔کوئی گاہک نہیں آیا تو بیٹھ کے اللہ اللہ کرو۔گاہک آ گیا اور آپ بھول گئے تو کوئی بات نہیں لیکن وہ بھولنے دے گا ہی نہیں۔ فاذکرونی اذکرکم. میں بھی یاد کروں گا

تو وہ بھولنے نہیں دیتا۔

گوجر خان کے پروفیسر احمد رفیق اختر بڑے اچھے لیکچر بھی دیتے ہیں، بزرگ آدمی ہیں۔ان کی کتاب ایک پڑھی تو اس میں بڑا اچھا جملہ انہوں نے لکھا کہ اگر آپ واقعی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا چاہتے ہیں اور واقعی آپ کی Priority ہے۔یہ نہیں کہ باتوں ہی باتوں میں ۔واقعی اگر یہ آپ کی Priority ہے تو اس نے کہا کہ اس مشکل بھری دنیا میں میں قسم کھا کے کہتا ہوں کہ سب سے آسان کام یہی ہے۔اللہ کو پانا یہی سب سے آسان کام ہے۔

باباجیؒ کہتے تھے کہ ہم ٹائم نہیں مانگتے۔جو ٹائم ضائع چلا جاتا ہے۔اس میں اللہ اللہ کرلو۔اسی سے کام ہو جائے گا۔جو فالتو ٹائم ہے اسی میں کرو اللہ اللہ ٹھیک ہو جائے گا۔حافظ کبیر کا دوہا ہے؛

؎ کبیرا فقیری سیکھنی ہے پنہارن سے سیکھ

عورتیں جو پانی بھرنے جاتی ہیں دریاؤں سے چشموں سے تو انہوں نے اوپر گاگریں دو دو تین تین رکھی ہوتی ہیں۔ان کو ایک دوسرے کے اوپر رکھا ہوتا ہے۔ہاتھ سے نہیں پکڑا ہوتا۔ایسے ہی چلتی ہیں۔یہ اللہ اللہ کرنے والی بات کیسے ہوتی ہے۔کہتے ہیں؛

فقیر ی سیکھنی ہے پنہا ر ن سے سیکھ
بات کرے سکھیوں سے مگر دھیان گاگر کے بیچ

سہیلیوں سے باتیں کر رہی ہوتی ہیں۔مذاق کر رہی ہوتی ہیں مگر دھیان گاگر میں ہی ہوتا ہے۔میاں محمد بخش بھی کہتے ہیں؛

؎ جیڑ یاں بھر کے ٹریاں۔تے پیر رکھن جر جر کے

جو پانی بھر لیتی ہیں وہ جر جر کے پیر رکھتی ہیں کہ یہ گر نہ جائے۔وہ کہتے ہیں کہ ان سے سیکھو۔

؎ بات کرے سکھیوں سے مگر دھیان گھاگر کے بیچ

وہاں سے خیال نہیں ٹوٹنے دیتیں۔وہ پانی کی خاطر یہ کر سکتی ہیں تو اللہ کی خاطر یہ نہیں کر سکتا کہ دھیان تیرا اللہ کی طرف رہے۔باتیں بھی کرو مگر دھیان اللہ کی طرف۔سودا بھی بیچو،

دھیان اللہ کی طرف۔ گاڑی چلا رہے ہو، کار چلا رہے ہو، گھاس کاٹ رہے ہو، جو مرضی کر رہے ہو، وہ دھیان رکھ سکتی ہے تو تم نہیں رکھ سکتے؟ خیال کرو اللہ آپ کے ساتھ ہے۔ بلکہ وہ ساتھ ہے اس حقیقت کو آپ نے Recognize کرنا ہے۔ وہ جو شہ رگ سے قریب ہے۔ آپ بھی سمجھیں اس کو کہ وہ قریب ہے۔ کہا کہ اس سے سیکھ لو کہ

بات کرے سکھیوں سے مگر دھیان گھاگر کے بیچ

وہ پانی کی خاطر یہ کر سکتی ہے تو آپ کیوں نہیں کر سکتے؟ اللہ کا حکم ہے؛

فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلاَةَ فَاذْكُرُواْ اللّهَ قِيَاماً وَقُعُوداً وَعَلَى جُنُوبِكُمْ فَإِذَا اطْمَأْنَنتُمْ فَأَقِيمُواْ الصَّلاَةَ إِنَّ الصَّلاَةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَاباً مَّوْقُوتاً

(سورۃ النساء ۴۔ آیت ۱۰۳)

اللہ کا ذکر کرو۔ کھڑے بھی، بیٹھے بھی۔ پہلو پہ لیٹے ہوئے بھی کرو۔ اللہ کا حکم ہے تو فرض ہو گیا۔ یہ تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ فرض ہے۔ نہیں کرتے تو پھر کیا ہو گا۔ مگر یہ تو ہے ناں کہ ان رحمتوں سے، برکتوں سے جن کو اللہ نے مخصوص کر رکھا ہے اپنے ذکر کرنے والوں سے۔ سورۃ الاحزاب میں ہے؛

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْراً كَثِيراً ۔ (سورۃ الاحزاب ۳۳۔ آیت ۴۱)

کثرت سے اللہ کا ذکر کرو۔ حدیث میں ہے کہ اتنا کرو کہ لوگ مجنوں کہیں کہ ہر وقت بابا اللہ ہی اللہ کہتا ہے۔ حکم ہے کہ اس کو کثرت سے یاد کرو۔ اس کی برکات آدمی خود محسوس کرے گا۔ اس پروفیسر (احمد رفیق اختر) نے لکھا ہے کہ یہ سب سے آسان کام ہے جس کام کے لئے تمہیں پیدا کیا ہے۔ تمہیں پیدا ہی اپنی محبت کے لئے کیا ہے۔ پیدا ہی اسی لئے کیا ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۔ (سورۃ الذاریات ۵۱۔ آیت ۵۶)

وہ چاہتا ہے کہ میرا بندہ بن جائے اور یہ آپ مانگیں اللہ سے کہ اے اللہ میں تجھ سے محبت مانگتا ہوں۔ وہ اس کو دھتکار دے گا؟ وہ اس کو کیسے دھتکارے گا؟ اس کو کیسے نامنظور فرمائے

گا؟ جس کے لئے پیدا کیا ہے، وہی بندہ مانگ رہا ہے۔ اس کو خالی نہیں موڑتا۔ اس پروفیسر (احمد رفیق اختر) نے کہا کہ میں قسم کھا کے کہتا ہوں کہ سب سے آسان کام یہی ہے۔ اگر تم واقعی Serious ہو اس کام میں کہ مجھے اللہ کی محبت چاہیے۔ جس کام کے لئے اللہ نے بنایا اور بندہ وہ التجا کرے، اس کے لئے ضرور اللہ کوئی نہ کوئی سبب بنا دے گا۔

حاضرین میں سے ایک بھائی نے کہا؛ اللہ نے تسلی دی ہے کہ اس کے ذکر سے دلوں کو چین ملتا ہے۔

باباجانؒ نے فرمایا؛ ہاں جی بالکل۔ آلا بِذِكْرِ اللّٰهِ ۔ بلکہ خبردار کیا کہ اس کے سوا کہیں سے ملے گا نہیں۔ اسی سے ہی حاصل ہوگا۔ اسی سے ملے گا۔ دیکھو ناں۔ گھر جو ہے جس کے لئے بنایا۔ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کا گھر ہے۔ میاں محمد بخش بھی کہتے ہیں؛

ڈھا دے جو کچھ ڈھیندا ۔۔ ے

جس کے لئے یہ گھر بنایا ہے وہ جب تک اس میں نہیں آئے گا، اسے کیسے چین آئے گا۔ اس میں غلط لوگوں کو ٹھونسو گے تو اس نے بے چین ہی ہونا ہے۔ جب وہ آئے گا گھر والا تب ہی اسے چین آئے گا۔ اسی کے آنے سے ہی یہ ٹھیک ہوگا۔

باباجیؒ بھی فرماتے تھے کہ سب سے پہلا کام جو ہوگا وہ اطمینانِ قلب ہے۔ سب سے پہلی بات جو اللہ کے ذکر سے ہوگی وہ اطمینانِ قلب ہے جس کے پیچھے دنیا، فلاسفر یہ سب مارے مارے پھر رہے ہیں کہ یہ کیسے ملے۔ کوئی سرا قابو نہیں آتا ان کے۔ اس کے لئے کچھ بھی ضرورت نہیں۔ مسلمان کے لئے اللہ کے قرب ولقاء کے لئے کسی مال و دولت کی ضرورت نہیں۔ آپ کے خلوص اور پیار کی صرف ضرورت ہے۔ اسی میں بہتری ہے۔

قبلہ محمد صدیق ڈارؒ کے خطوط بنام: چوہدری محمد حسین

مورخہ: 19.05.1998

السّلامُ علَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہ !

آپ کی ترقی کا پڑھ کر انتہائی مسرت ہوئی۔ میری اور سلسلے کے تمام برادران کی طرف سے مبارک قبول فرمائیں۔ اللہ تعالٰی اپنی رحمت سے دنیا و آخرت میں سرخرو فرمائے اور اپنی مخلوق کی اصلاح و خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

آپ کی طرف سے مٹھائی برادران کو ماہانہ مجلس کے موقع پر کھلا دی جائے گی۔ خطبہ کی پسندیدگی اور حوصلہ افزائی کا شکریہ۔ انشاء اللّٰہ تعالٰی قرآن و سنت کی روشنی میں **اللّٰہ** کے دین کی صحیح تعلیم کو پیش کرنے کی کوشش کرتے رہیں گے۔ ہمارا روحانی اصلاحی سلسلہ ہے اس میں زیادہ زور آدم گری اور کردار سازی پر ہے اور اسکے بغیر ہم اُمت وسطٰی کا کردار ادا کر ہی نہیں سکتے۔ سائنسی ترقی، مادّی شان و شوکت اور روحانی مرتبوں کا مقصود بلکہ مقصودِ اعظم انسانیت کی اصلاح و خدمت ہے۔ اللّٰہ تعالٰی کی رضا کیلئے کوشاں اور بنی نوعِ انسان کی خدمت کے نشہ سے سرشار قوم کو وجود میں لانا سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا نصب العین ہے۔

یہ بہت بڑا کام ہے۔ اس سوچ کو فروغ دینے کے لئے برادران سے بات چیت کرتے رہا کریں تا کہ سب بھائی بانیٔ سلسلہ کی ہدایت کے مطابق اپنے ساتھیوں کی اصلاح کا کام پورے جذبہ اور خلوص کے ساتھ انجام دیں۔

یادداشت کی کمزوری والا معاملہ تو مسلم ہے، اس میں عمر کا دخل ہوتا ہے لیکن کچھ کچھ فقیری کا ہاتھ بھی ہوتا ہے، بہر حال فکر کی کوئی بات نہیں۔

والسلام

مورخہ: 17.07.1997

السَلامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہ !

اس مجلّہ کے لئے ایسا مواد جو سلسلہ توحیدیہ کی تعلیم یعنی حقیقی اسلام کی روح کو اُجاگر کرنے میں معاون ہو، آپ بھائیوں نے ہی مہیا کرنا ہے۔ اس لئے خوب غور و فکر کر کے ایسے مضامین بھیجتے رہیں تا کہ ہمارا پیام دُور دُور تک پہنچ جائے۔

ایسے علماء اور زعماء کے ایڈریس بھی ارسال کریں جنہیں اپنے مجلّہ کی کاپیاں چند ماہ تک اعزازی طور پر ارسال کر سکیں۔ اب ہمہ جہتی کوشش کرنا ہو گی، ذاتی رابطہ، پمفلٹ، مجلّہ اور کتابوں کے اشتہارات سبھی کو استعمال کرنا ہو گا۔ لیکن ان سب کے اندر نماز، ذکر اور قرآن سے حاصل کردہ روحانی قوت اور اللہ کی مخلوق کی خدمت کا جذبہ کارفرما ہونا چاہیے، اس کے سوا کوئی ذاتی غرض نہ ہو۔ اگر ہم مثالی کردار ادا کر سکیں تو نتائج بھی اللہ کے فضل سے مثالی ہوں گے۔

14.07.1997 بروز پیر وار مرکز کے کمروں پر لینٹر ڈال دیا گیا ہے۔ الحمدللہ ایک اہم مرحلہ بھی تکمیل تک پہنچا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سچے مومن اور پکے توحیدی بننے کی توفیق عطا فرمائے اور بانیٔ سلسلہؒ کے سکھائے ہوئے راستے پر چلتے ہوئے اس کی مخلوق کی خدمت اور اصلاح و فلاح کیلئے کام کرنے کی ہمت سے نوازے۔ آمین

عرضِ حال

بجناب سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوٰت و اکمل التحیات

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقتِ دعا ہے
امت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے

جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے

جس دین کے مدعو تھے کبھی قیصر و کسریٰ
خود آج وہ مہمان سرائے فقرا ہے

وہ دین ہوئی بزمِ جہاں جس سے چراغاں
اب اس کی مجالس میں نہ بتی نہ دیا ہے

جو دین کہ تھا شرک سے عالم کا نگہباں
اب اس کا نگہبان اگر ہے تو خدا ہے

جو تفرقے اقوام کے آیا تھا مٹانے
اس دین میں خود تفرقہ اب آ کے پڑا ہے

جس دین نے غیروں کے تھے دل آ کے ملائے
اس دین میں خود بھائی سے اب بھائی جدا ہے

جو دین کہ ہمدرد بنی نوعِ بشر تھا
اب جنگ و جدل چار طرف اس میں بپا ہے

جس دین کا تھا فقر بھی اکسیر غنا بھی
اس دین میں اب فقر ہے باقی نہ غنا ہے

جو دین کہ گودوں میں پلا تھا حکما کی
وہ عرضۂ تیغ جہلا و سفہا ہے

جس دین کی حجت سے سب ادیان تھے مغلوب
اب معترض اس دین پہ ہر ہرزہ سرا ہے

ہے دین تیرا اب بھی وہی چشمہ صافی
دیں داروں میں پر آب ہے باقی نہ صفا ہے

عالم ہے سو بے عقل ہے، جاہل ہے سو وحشی
منعم ہے سو مغرور ہے ، مفلس سو گدا ہے

یاں راگ ہے دن رات وواں رنگِ شب وروز
یہ مجلس عیاں ہے وہ بزمِ شرفا ہے

چھوٹوں میں اطاعت ہے نہ شفقت ہے بڑوں میں
پیاروں میں محبت ہے نہ یاروں میں وفا ہے

دولت ہے نہ عزت نہ فضیلت نہ ہنر ہے
اک دین ہے باقی سو وہ بے برگ و نوا ہے

ہے دین کی دولت سے بہا علم سے رونق
بے دولت و علم اس میں نہ رونق نہ بہا ہے

شاہد ہے اگر دین تو علم اس کا ہے زیور
زیور ہے اگر علم تو مال اس کی جلا ہے

جس قوم میں اور دین میں ہو علم نہ دولت
اس قوم کی اور دین کی پانی پہ بنا ہے

گو قوم میں تیری نہیں اب کوئی بڑائی
پر نام تری قوم کا یاں اب بھی بڑا ہے

ڈر ہے کہیں یہ نام بھی مٹ جائے نہ آخر
مدت سے اسے دورِ زماں میٹ رہا ہے

جس قصر کا تھا سر بفلک گنبدِ اقبال
ادبار کی اب گونج رہی اس میں صدا ہے

بیڑا تھا نہ جو بادِ مخالف سے خبردار
جو چلتی ہے اب چلتی خلاف اس کے ہوا ہے

وہ روشنیِ بام و درِ کشورِ اسلام
یاد آج تلک جس کی زمانے کو ضیا ہے

روشن نظر آتا نہیں واں کوئی چراغ آج
بجھنے کو ہے اب گر کوئی بجھنے سے بچا ہے

عشرت کدے آباد تھے جس قوم کے ہرسو
اس قوم کا ایک ایک گھر اب بزمِ عزا ہے

چاؤش تھے للکارتے جن رہ گزروں میں
دن رات بلند ان میں فقیروں کی صدا ہے

وہ قوم کہ آفاق میں جو سر بہ فلک تھی
وہ یاد میں اسلاف کی اب رو بقضا ہے

وہ قوم کہ مالک تھی علوم اور حکم کی
اب علم کا واں نام نہ حکمت کا پتہ ہے

کھوج ان کے کمالات کا لگتا ہے اب اتنا
گم دشت میں اک قافلہ بے طبل و درا ہے

بگڑی ہے کچھ ایسی کہ بنائے نہیں بنتی
ہے اس سے یہ ظاہر کہ یہی حکم قضا ہے

تھی آس تو تھا خوف بھی ہمراہ رجا کے
اب خوف ہے مدت سے دلوں میں نہ رجا ہے

جو کچھ ہیں وہ سب اپنے ہی ہاتھوں کے ہیں کرتوت
شکوہ ہے زمانے کا نہ قسمت کا گلا ہے

دیکھے ہیں یہ دن اپنی ہی غفلت کی بدولت
سچ ہے کہ برے کا انجام برا ہے

کی زیب بدن سب نے ہی پوشاک کتاں کی
اور برف میں ڈوبی ہوئی کشور کی ہوا ہے

درکار ہیں یاں معرکے میں جوشن و خفتاں
اور دوش پہ یاروں کے وہی کہنہ روا ہے

دریائے پر آشوب ہے اک راہ میں حائل
اور بیٹھ کے گھوڑ ناؤ پہ یاں قصد شنا ہے

ملتی نہیں اک بوند بھی پانی کی جہاں مفت
واں قافلہ سب گھر سے تہی دست چلا ہے

یاں نکلے ہیں سودے کو درم لے کے پرانے
اور سکہ رواں شہر میں مدت سے نیا ہے

فریاد ہے اے کشتی امت کے نگہباں
بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے

اے چشمہ رحمت بابی انت و امی
دنیا پہ ترا لطف سدا عام رہا ہے

جس قوم نے گھر اور وطن تجھ سے چھڑایا
جب تو نے کیا نیک سلوک ان سے کیا ہے

صدمہ در دنداں کو ترے جس سے کہ پہنچا
کی ان کے لیے تو نے بھلائی کی دعا ہے

کی تو نے خطا عفو ہے ان کینہ کشوں کی
کھانے میں جنہوں نے کہ تجھے زہر دیا ہے

سو بار ترا دیکھ کے عفو اور ترحم
ہر باغی و سرکش کا سر آخر کو جھکا ہے

جو بے ادبی کرتے تھے اشعار میں تیری
منقول انہی سے تری پھر مدح و ثنا ہے

برتاؤ ترے جب کہ یہ اعدا سے ہیں اپنے
اعدا سے غلاموں کو کچھ امید سوا ہے

کر حق سے دعا امت مرحوم کے حق میں
خطروں میں بہت جس کا جہاز آ کے گھرا ہے

امت میں تری نیک بھی ہیں بد بھی ہیں لیکن
دل دادہ ترا ایک سے ایک ان میں سوا ہے

ایماں جسے کہتے ہیں عقیدہ میں ہمارے
وہ تیری محبت تری عترت کی ولا ہے

ہر چپقلش دہر مخالف میں تیرا نام
ہتھیار جوانوں کا ہے، پیروں کا عصا ہے

جو خاک تیرے در پہ ہے جاروب سے اڑتی
وہ خاک ہمارے لئے داروے شفا ہے

جو شہر ہوا تیری ولادت سے مشرف
اب تک وہی قبلہ تری امت کا رہا ہے

جس ملک نے پائی تری ہجرت سے سعادت
کعبے سے کشش اس کی ہر اک دل میں سوا ہے

کل دیکھئے پیش آئے غلاموں کو ترے کیا
اب تک تو ترے نام پہ اک ایک فدا ہے

ہم نیک ہیں یا بد ہیں پھر آخر ہیں تمہارے
نسبت بہت اچھی ہے اگر حال برا ہے

گر بد ہیں تو حق اپنا ہے کچھ تجھ پہ زیادہ
اخبار میں الــطـــالــح لـــی ہم نے سنا ہے

تدبیر سنبھلنے کی ہمارے نہیں کوئی
ہاں ایک دعا تری کہ مقبول خدا ہے

خود جاہ کے طالب ہیں نہ عزت کے ہیں خواہاں
پر فکر ترے دین کی عزت کی سدا ہے

گر دین کو جوکھوں نہیں ذلت سے ہماری
اب دیکھ لیں یہ بھی کہ جو ذلت میں مزا ہے

ہاں حالیء گستاخ نہ بڑھ حدِ ادب سے
باتوں سے ٹپکتا تری اب صاف گلا ہے

ہے یہ بھی خبر تجھ کو کہ ہے کون مخاطب
یاں جنبشِ لب خارج از آہنگ خطا ہے

(ماجد محمودتوحیدی)

مستقل پیروں کے درد کو معمولی نہ سمجھئے

(حافظ محمد یٰسین)

اکثر خواتین پیروں کی تکلیف میں مبتلا نظر آتی ہیں جس کی وجہ سے انہیں چلنے پھرنے میں دشواری تو ہوتی ہے اس کے علاوہ بے سکونی اور بے خوابی کا شکار بھی رہتی ہیں اور ان کی ذہنی و جسمانی صحت بھی متاثر ہوتی ہے۔ پیروں کی تکلیف Restlessness جسم میں آئرن کی کمی اور انیمیا (anaemia) کی ابتدائی علامت ہو سکتی ہے۔ بنیادی صحت کے ماہر نیوٹریشنسٹ Michael Van Straten کے مطابق پیروں کی تکلیف کو معمولی سمجھ کر نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ اپنی صحت کا خیال رکھتے ہوئے اس ابتدائی علامت پر توجہ دیجیے اور سب سے پہلے خون کی جانچ bloodtest کروایے۔ حد سے زیادہ ماہواری، مسوڑھوں سے خون بہنا، بواسیر اور معدے کی دیواروں سے خون کا معمولی رسنا بھی ابتدائی علامتوں میں شامل ہیں۔ لہٰذا ان علامتوں کو معمولی سمجھ کر نظر انداز مت کریں اور کسی مستند فزیشن سے علاج کروایئے۔ اس کے علاوہ پیروں کی تکلیف سے آرام پانے کے لیے غذا میں وٹامن E کا استعمال بڑھا دیں۔ روزانہ رات کو ٹھنڈے اور گرم پانی سے اپنے پیروں کو پانچ منٹ تک باری باری دھوئیں۔ پہلے 30 سیکنڈ تک گرم پانی اور پھر 10 سیکنڈ تک ٹھنڈے پانی سے دھوئیں۔ اس عمل سے دوران خون اعتدال میں آجائے گا۔

آئرن سے بھرپور غذائیں استعمال کریں جیسے کہ ہرے پتوں والی سبزیاں، کلیجی، انڈے، بغیر چھنا ہوا آٹا اور آئرن ٹانک وغیرہ۔ روزمرہ کے غذائی معمول میں وٹامن C پر مشتمل خوراک ضرور شامل کریں کیونکہ کھانے کے دوران وٹامن C کے استعمال سے بھرپور غذائیں مفید ثابت ہوتی ہیں۔ وٹامن C غذا میں موجود آئرن کو نظام ہضم میں باآسانی جذب کرنے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ پیروں کی تکلیف کو دور کرنے کے لیے وٹامن E اور آئرن کی خصوصیات سے بھرپور غذاؤں کا استعمال کریں۔

ماہ ذی الحجہ اور عید قربان

(پیر خان توحیدی)

ماہ ذی الحجہ اسلامی سال کا آخری مقدس مہینہ ہے یہ بڑی برکتوں اور رحمتوں کا مہینہ ہے ۔اس ماہ مبارک کا پہلا عشرہ اسلام میں خاص اہمیت کا حامل ہے ۔حج کا اہم رکن وقوف عرفہ اسی عشرہ میں ادا کیا جاتا ہے ۔قربانی کا عمل حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی سنت بھی اسی عشرہ میں ادا کی جاتی ہے ۔ غرض رمضان کے بعد ان ایام میں اخروی کامیابی حاصل کرنے کا بہترین موقع ہے ۔احادیث میں ان ایام میں عبادت کرنے کے خصوصی فضائل وارد ہوئے ہیں جن میں چند یہ ہیں ۔

(۱) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کوئی دن ایسا نہیں ہے جس میں نیک عمل اللہ تعالیٰ کے یہاں ان دس دنوں کے عمل سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہو (صحیح بخاری)

(۲) حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہی سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک عشرہ ذی الحجہ سے زیادہ عظمت والے دوسرے کوئی دن نہیں ہیں لہٰذا تم ان دنوں میں تسبیح وتہلیل اور تکبیر وتحمید کثرت سے کیا کرو ۔(طبرانی) حضرت قتادہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا "عرفہ کے دن روزے کے متعلق میں اللہ تعالیٰ سے پختہ امید رکھتا ہوں کہ وہ اس کی وجہ سے ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے گناہوں کی معافی کا سبب بنتا ہے لہٰذا نویں ذی الحجہ کے دن روزہ رکھنے کا اہتمام کریں"۔

ہر سال کی طرح اس سال بھی عید قربان پر عالم اسلام کے مسلمانوں نے بارگاہ الٰہی میں اس عظیم انسان جسے دنیا "ابراہیم خلیل اللہ کے نام سے جانتی ہے" لاکھوں کروڑوں قربانیوں کا نذرانہ پیش کیا ہے ۔وقت کی ہر بڑی تہذیب اسلام یہودیت اور عیسائیت ان کے احترام وتقدس میں سر تسلیم خم کرتی ہے ۔سیدنا ابراہیمؑ کی یہ سنت ہر سال ایک عہد کی تجدید کراتی ہے ۔ایک ایسا

عہد جو آپؑ سے لیا گیا تھا اور جس کو انہوں نے سچ کر دکھایا۔ یہی وہ عہد ہے کہ آج اگر ہم اللہ کے حکم پر اپنے جانوروں کو قربان کر رہے ہیں تو کل ضرورت پڑنے پر اپنی جانوں کو بھی قربان کریں گے۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بہت ہی کم لوگ ایسے ہیں جو اس کی حقیقت کو جانیں اور سمجھیں کہ اس میں ایسی کونسی خصوصیات ہیں کہ اس دن کو قیامت تک کے لیے یادگار قرار دیا گیا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کا وہ ایثار قربانی اور حصول رضا کا وہ جذبہ ہی تھا جس کی بنیاد ابراہیمؑ نے گھر وطن، دولت ہی نہ چھوڑی بلکہ بادشاہ وقت سے بھی بغاوت کی پھر اللہ کی خاطر بیوی اور دودھ پیتے بچے کو بے آب وگیاہ میدان میں بے سہارا چھوڑ آئے اور خود آگ کے دہکتے الاؤ میں ڈالے گئے یہاں تک کہ اپنی جان ہی نہیں لختِ جگر کی قربانی کے آخری حکم کی بھی تعمیل کی۔ اخلاص سچائی ایثار اور قربانی کا یہ ایک ایسا بے نظیر واقعہ ہے جس کی مثال آج تک کوئی قوم پیش نہیں کر سکی اسی لیے رب العزت نے اس بلند ترین عمل کو قیامت تک کے لیے ایک فریضے کی حیثیت دے دی تاکہ عید قربان کی تاریخی حیثیت پر نگاہ رکھتے ہوئے بندہ مومن اپنے اندر بھی وہی جذبہ پیدا کرے اور رضائے الٰہی کے حصول کے لیے وہ سب کچھ قربان کر دے جو اسے میسر ہو۔ اللہ تعالیٰ کو نہ کسی جانور کا گوشت اور نہ ہی خون چاہیے بلکہ مومن کا تقویٰ اور رضائے الٰہی مطلوب ہے۔

اس ماہ مقدس کی دوسری عظیم عبادت حج بیت اللہ ہے۔ حج اسلام کا ایک بنیادی رکن ہے جو اخلاقی، معاشرتی، اقتصادی، سیاسی، قومی اور ملی زندگی کے ہر پہلو پر حاوی ہے اور مسلمانوں کی عالمگیر و بین الاقوامی حیثیت کا سب سے بلند معیار ہے جس میں دنیا کے دین متین کے پیروکار جمع ہو کر اللہ کی وحدانیت اور ربوبیت میں کسی کے شریک نہ ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔ یہ عظیم الشان سالانہ اجتماع مرکز اسلام مکہ مکرمہ میں اللہ کے گھر کے سامنے منعقد ہوتا ہے جہاں سے حق اور سچائی کا چشمہ پھوٹا اور پوری دنیا کو سیراب کرتے ہوئے روئے زمین کے ذرے ذرے کو درخشاں کر دیا۔

یہ وہ جغرافیائی شیرازہ ہے جس میں ملت کے وہ تمام نفوس بندھے ہوئے ہیں، جو مختلف لباس پہنتے ہیں، مختلف تمدنوں میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور مختلف ملکوں اور اقلیتوں میں بستے ہیں

لیکن وہ سب کے سب باوجود ان فطری اختلافات کے ایک ہی قبلے کو اپنا مرکز سمجھتے ہیں وحدت کا یہی وہ رنگ ہے جو ان تمام امتیازات کو مٹا دیتا ہے اور وہ اللہ کے اس گھر کے سامنے ایک ہی آواز میں یہ نعرہ لگاتے ہیں۔لبیک اللھم لبیک اے میرے پروردگار میں حاضر ہوں۔تیرا کوئی شریک نہیں۔تیرے لیے سب تعریفیں ہیں۔تیرے ہی لیے بادشاہی ہے اور تیرا کوئی شریک نہیں۔لاکھوں فرزندان اللھم لبیک کہتے ہوئے اور توحید خالص کا اقرار کرتے ہوئے اپنی عبدیت کا صاف طور پر اظہار کر رہے ہوتے ہیں۔اور اس امر کا اعتراف کرتے ہیں کہ اللہ کے سوا کسی اور کی تعریف و توصیف بیان کرنا اور خوشنودی حاصل کرنا ان کا شیوہ نہیں اور جو بھی نعمت ان کو حاصل ہے وہ بس اللہ ہی کی دی ہوئی ہے۔وہ اللہ تعالیٰ کی اصل اور حقیقی حاکمیت کا اقرار کرتے ہیں اور ہر طرح کی تمام اونچ نیچ تفرقے ،فرقہ بندی، علاقائی اور لسانی تعصّبات کو عملاً حرام قرار دیتے ہوئے کندھے سے کندھا ملا کر میدان عرفات کی طرف دوڑتے ہوئے سیسہ پلائی دیوار کا عملی اظہار کر رہے ہوتے ہیں۔لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔کہ اس ساری یکسانیت اور یکجہتی کے باوجود امت مسلمہ کو حج کے اصل مقاصد سے دور رکھا جا رہا ہے۔اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ ملت پارہ پارہ کی شیرازہ بندی کی جائے مسلمانان عالم کو ایک دوسرے کے حالات ، واقعات سے باخبر رکھا جائے ۔اور مسائل کو حل کرنے کے لیے اخلاص کے ساتھ سوچ و بچار کی صورت پیدا کی جائے۔اس وقت مسلمانان عالم پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں، دہشت گرد کا نام دے کر قتل کیا جا رہا ہے۔قبلہ اول پر یہود کا قبضہ جما ہوا ہے۔لیکن حج کا یہ اجتماع لاکھوں کروڑوں جانوروں کی قربانیاں پیش کرتے ہوئے اختتام پذیر ہو جاتا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کے اس واقعہ میں ہمارے لیے بڑی نصیحت ہے کہ ہم بھی یہی اقرار کرتے ہیں کہ ہمارے پاس جو کچھ ہے وہ ہمارا نہیں اللہ ہی کا ہے۔ہم اللہ کے حکم پر چلیں گے اور اس کے حکم کے سامنے نہ اپنے دل کی بات مانیں گے اور نہ کسی دوسرے کی خواہش کی پرواہ کریں گے۔ہم جس طرح جانور کی قربانی کرتے ہیں اسی طرح اپنی نفسانی خواہشات کو بھی قربان کر دیں

سگے تا کہ اختلاف انتشار،بغض وحسد کبروغرورمکروفریب اورحق تلفی کے ذریعہ انسانیت کی تباہی کا ذریعہ نہ بنیں بلکہ عظمت اوربلندی کا معیار جوقرآن نے بتایا ہے اسے ہم اپنی زندگی میں سجا بسالیں ۔ذات برادری، رنگ ونسل ، دولت اورغریبی کے سارے امتیازات کومٹا کر اخوت مساوات پیارو محبت اوروفاداری کی وہی شان پیدا کریں جس کا مظاہرہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنی پوری زندگی میں کیا ۔اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بتادیا ہے کہ اللہ کوتمہارے گوشت اورخون کی ضرورت نہیں اورنہ ہی یہ گوشت اورخون اللہ کوپہنچتا ہے مگر اسے تمہاراتقویٰ پہنچتا ہےاوریہی اسلام کی اصل حقیقت ہے ۔

یہ عیدقربان دراصل اللہ کے دین کے مکمل ہونے کا جشن ہےاوراسوہ ابراہیمی کی یادگاربھی یعنی اللہ کی راہ میں نکلنا ،اس کی راہ میں کوشش کرنا ،اس کی راہ میں مال خرچ کرنا ،مال کی قربانی جان کی قربانی وغیرہ ۔جس طرح اللہ کی بندگی کرنا ،راتوں کوکھڑا رہنا، اللہ کی قربت کاذریعہ بنتا ہے ۔اسی طرح قربانی بھی اس بات کی تربیت دیتی ہے کہ گھر سےنکلواوراللہ کی راہ میں جدوجہد کروکہ اس کے بغیر ایمان کے تقاضے پورےنہیں ہوسکتے ۔اسوہ ابراہیمی بھی توحید کی علامت ہے ۔گناہ تو بشریت کا تقاضا ہے ۔غلطیاں اورکوتاہیاں انسان سے سرزدہوتی رہتی ہیں لیکن معاف کرنے والا رب توہروقت اورہرگھڑی اس انتظار میں رہتا ہے کہ کوئی مجھ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگے کوئی اپنی غلطیوں اورکوتاہیوں پر نادم ہوکر دوآنسوہی بہادے کہ میں اس کومعاف کرکے اپنے دامن رحمت میں چھپالوں اس کی مغفرت کرکے اسے اپنی جنتوں کامالک بنالوں ۔

دعا ہے کہ اللہ رب العزت ہمیں سنت ابراہیمی پر ثابت قدم رکھےاورہماری زندگیوں کارخ بھی اپنی ہی طرف موڑدے ۔آمین ۔

حضرت عثمان غنیؓ کی سخاوت وبصیرت

(مفتی عبدالرزاق نقشبندی)

رسول اکرمﷺ کے تمام اصحابؓ پیکر صدق وصفا، ہدایت کا سرچشمہ اور ظلمت کے اندھیرے میں روشنی کا وہ مینار ہیں، جن سے زمانہ ہدایت پاتا ہے۔تمام صحابہ کرامؓ قیامت تک آنے والی نسل انسانی کے لیے پیکر رشدوہدایت ہیں۔

رسول اکرمﷺ نے فرمایا:"میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہین،جس کی پیروی کروگے ہدایت پاجاؤ گے"۔

حضرت عثمان غنیؓ کو اللہ تعالیٰ نے جن عظیم صفات سے متصف فرما کر صحابہ میں ممتاز فرمایا، وہ ان ہی کا حصہ ہیں۔حیا کا ایسا پیکر تھے کہ فرشتے بھی آپؓ سے حیا کرتے تھے۔آپؓ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں جن کو رسول اللہﷺ نے دنیا ہی میں جنت کی بشارت دی۔حضرت حسان بن عطیہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا:

"اے عثمانؓ! اللہ تعالیٰ نے تمہارے اگلے اور پچھلے کام بخش دیے اور وہ کام جو تم نے پوشیدہ کیے اور جو ظاہر کیے اور وہ جو قیامت تک ہونے والے ہیں۔"

ایام جاہلیت میں بھی آپؓ کا خاندان غیر معمولی وجاہت وحشمت کا حامل تھا۔امیہ بن عبدشمس کی طرف نسبت کے سبب آپؓ کا خاندان بنوامیہ کہلاتا ہے۔بنو ہاشم کے بعد شرف و سیادت میں کوئی خاندان یا قبیلہ بنوامیہ کا ہم پلہ نہ تھا۔حضرت عثمان غنیؓ کا سلسلہ نسب پانچویں پشت میں عبدمناف پر رسول اللہﷺ سے جاملتا ہے۔حضرت عثمان غنیؓ کی نانی رسول اللہﷺ کی سگی پھوپھی تھی،اس رشتے سے آپؓ رسول اللہﷺ کے قریبی رشتے دار تھے۔

آپؓ کی ولادت عام الفیل سے چھٹے سال ہوئی۔رسول اللہﷺ کے اعلان نبوت کے بعد آپؓ چوتھے شخص ہیں،جنہوں نے اسلام قبول کیا۔رسول اللہﷺ نے اپنی صاحب زادی سیدہ رقیہؓ کا نکاح آپؓ کے ساتھ کردیا اور پھر حضرت عثمان غنی اور حضرت رقیہ نے مکہ سے حبشہ

ہجرت فرمائی ۔حضرت رقیہؓ کے انتقال کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اپنی دوسری صاحب زادی سیدہ ام کلثومؓ کو حضرت عثمان غنیؓ کے نکاح میں دے دیا ۔حضرت سیدہ ام کلثومؓ کے وصال کے وقت رسول اللہ نے فرمایا: ''اگر میری چالیس بیٹیاں بھی ہوتیں تو میں ان سب کو یکے بعد دیگرے عثمانؓ کی زوجیت میں دے دیتا حتیٰ کہ ان میں سے کوئی باقی نہ رہتی ۔''

حضرت مرہ بن کعب بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے فتنوں کا بیان کیا، اس وقت ایک شخص کپڑا اوڑھے ہوئے گزرا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ شخص اس دن (یعنی فتنوں کے دور میں) ہدایت پر ہوگا۔'' میں نے جا کر دیکھا تو وہ شخص حضرت عثمان غنیؓ تھے ۔(ترمذی)

ہر انسان فطری طور پر دولت سے محبت کرتا ہے ۔مستقبل کے لیے کچھ پس انداز کر رکھنا شرعاً درست ہے ۔صدقات وخیرات کے علاوہ اپنے مال سے انفاق فی سبیل اللہ کا بڑا اجر وثواب ہے اور جو دولت اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کی جائے، اللہ تعالیٰ اس کا اجر کئی سو گنا بڑھا کر عطا فرماتا ہے ۔سورۃ بقرہ میں صدقہ خیرات کی ترغیب دلائی گئی ہے ۔ایک جگہ ارشاد فرمایا، مفہوم: ''جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنے اموال خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس دانے کی طرح ہے جس نے سات ایسے خوشے اگائے کہ ہر خوشے میں سو دانے ہیں اور اللہ جس کے لیے چاہے ان کو دگنا کر دیتا ہے اور اللہ بڑی وسعت والا بہت علم والا ہے ۔ (البقرۃ)

صحابہ کرامؓ صدق واخلاص، وفا شعاری وجان نثاری کا عملی نمونہ ہیں ۔صدیق اکبرؓ اپنا تمام مال راہ خدا میں لٹا دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا کو اپنی متاع حیات کا بیش بہا خزانہ بنا لیتے ہیں ۔یہی جذبہ حضرت عمر فاروقؓ و حضرت علیؓ کی زندگی میں نظر آتا ہے ۔سیدنا عثمان غنی ہر مشکل موقع پر اسلام اور عظمت اسلام کے لیے اپنا سب کچھ قربان کرتے نظر آتے ہیں صحابہ کرام جو صدق ووفا کے پیکر تھے اور راہ خدا میں اپنا مال بے دریغ لٹاتے رہے، ان آیات قرآنی کی عملی تفسیر ہیں ۔مدینہ منورہ میں جب قحط پڑا تو حضرت عثمان غنیؓ نے اپنا تمام مال صدقہ کر دیا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ کے دور خلافت میں (مدینہ میں) قحط پڑا، حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: تم صبح نہیں کرو گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تم پر رزق

کشادہ فرما دے گا۔ اگلے دن صبح یہ خبر ملی کہ حضرت عثمانؓ نے ایک ہزار اونٹ گندم اور اشیائے خورد و نوش کے منگوائے ہیں آپ نے فرمایا: مدینے کے تاجر حضرت عثمانؓ کے پاس گئے اور دروازہ کھٹکھٹایا، آپؓ گھر سے باہر تشریف لائے، اس حال میں کہ چادر آپؓ کے کاندھوں پر تھی اور آپؓ اس کے دونوں سرے مخالف سمت میں کاندھے پر ڈالے ہوئے تھے۔ آپؓ نے مدینے کے تاجروں سے پوچھا کہ تم لوگ کس لیے آئے ہو؟ انہوں نے کہا ہمیں خبر ملی ہے کہ آپ کے پاس ہزار اونٹ غلے کے آئے ہیں، آپ انہیں ہمارے ہاتھ فروخت کر دیجیے تاکہ ہم مدینے کے فقراء پر آسانی کریں۔ آپؓ نے فرمایا، اندر آؤ پس وہ اندر داخل ہوئے تو ایک ہزار تھیلے حضرت عثمانؓ کے گھر میں رکھے ہوئے تھے آپؓ نے فرمایا: اگر میں تمہارے ہاتھ فروخت کروں تم مجھے کتنا منافع دو گے؟ انہوں نے کہا: دس پر بارہ، آپؓ نے فرمایا: کچھ اور بڑھاؤ، انہوں کے کہا، دس پر چودہ۔ آپؓ نے فرمایا اور بڑھاؤ، انہوں نے کہا دس پر پندرہ، آپ نے فرمایا اور بڑھاؤ۔ انہوں نے کہا اس سے زیادہ کون دے گا، جب کہ ہم مدینے کے تاجر ہیں۔ آپؓ نے فرمایا: اور بڑھاؤ، ہر درہم پر دس درہم تمہارے لیے زیادہ ہیں؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ پھر آپؓ نے فرمایا: اے گروہ تجار، تم گواہ ہو جاؤ کہ یہ تمام مال میں نے مدینہ کے فقراء پر صدقہ کر دیا۔

حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ رات گزری رسول اللہ ﷺ میرے خواب میں تشریف لائے، آپ ﷺ سیاہی مائل سفید سواری پر تشریف فرما تھے، آپ ﷺ جلدی میں تھے اور آپ ﷺ کے دست مبارک میں ایک قندیل تھی جس سے روشنی نور کی طرح پھوٹ رہی تھی۔ نعلین مبارک کے تسموں سے نور پھوٹ رہا تھا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان میری رغبت آپ کی جانب بڑھ رہی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ عثمانؓ کی اس نیکی کا بدلہ ہے جو اس نے ایک ہزار اونٹ اللہ کی راہ میں صدقہ کیے اور اللہ تعالیٰ نے اسے قبول فرمایا اور اس کا نکاح جنت کی ایک حور سے فرما دیا اور میں عثمان کی خوشیوں میں شریک ہونے جا رہا ہوں۔

حضرت عثمان غنیؓ کے بارہ سالہ دورِ خلافت میں اسلامی سلطنت کا دائرہ وسیع ہوتا گیا۔ آذربائیجان، آرمینیا، طرابلس، الجزائر اور مراکش فتح ہوئے۔ آپؓ نے بحیرہ روم میں شام کے

قریب قبرص کو بحری جنگ کے ذریعے فتح کیا۔طبرستان میں قسطنطنیہ سے متصل مرو در، طالستان اور جوزجان فتح ہوئے۔فتوحات کا یہ سلسلہ حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے بعد تعطل کا شکار ہو گیا۔حضرت عثمان غنیؓ کے دورِ خلافت کے آخری حصے میں فتنوں اور سازشوں نے سر اُٹھالیا۔کابل سے مراکش تک مفتوحہ علاقوں میں مختلف مذاہب کی ماننے والی سینکڑوں اقوام آباد تھیں،فطری طور پر مسلمانوں کے خلاف انتقامی جذبات ان میں موجود تھے۔نتیجتاً مسلمانوں کے خلاف سازشوں کا جال بچھایا گیا،جس میں یہودی اور مجوسی پیش پیش تھے۔اسی سازش کے نتیجے میں بصرہ،کوفہ اور مصر سے تقریباً دو ہزار فتنہ پرداز (باغی) اپنے مطالبات منوانے کے لیے حاجیوں کی وضع میں مدینہ پہنچے اور حضرت عثمان غنیؓ کے گھر کا محاصرہ کرلیا جو چالیس روز تک جاری رہا۔باغیوں نے اشیائے خوردونوش کے سارے راستے بند کردیے۔حضرت ام حبیبہؓ نے کچھ کھانے پینے کی چیزیں پہنچانے کی کوشش کی تو باغیوں نے رسول اللہ ﷺ کے حرم محترم کا لحاظ رکھے بغیر بے ادبی سے مزاحمت کی اور انہیں واپس کردیا۔حالات کی سنگینی کا اندازہ کرتے ہوئے حضرت علیؓ نے حضرات حسنینؓ کو حضرت عثمان کی حفاظت کے لیے بھیج دیا۔حضرت عبداللہ بن زبیر بھی جان نثاروں کے ساتھ حضرت عثمان کے گھر میں موجود تھے۔محاصرے کے دوران حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے عرض کی آپؓ کے حامیوں کی عظیم جماعت یہاں موجود ہے۔ان باغیوں کو نکال باہر کیجیے۔دوسری صورت یہ ہے کہ پچھلی جانب سے مکہ چلے جائیں،مکہ حرم ہے وہاں یہ آپ پر حملہ کرنے کی جرأت نہیں کرسکیں گے۔حضرت عثمان غنیؓ نے پہلی صورت کا جواب یہ دیا کہ اگر میں باہر نکل کر ان سے جنگ کروں تو میں اس امت کا وہ پہلا خلیفہ نہیں بننا چاہتا جو اپنی خلافت کی بقا کے لیے مسلمانوں کا خون بہائے۔دوسری صورت کا جواب دیا کہ مجھے ان لوگوں سے یہ توقع نہیں ہے کہ یہ حرم مکہ کی حرمت کا کوئی لحاظ رکھیں گے اور میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے اس مقدس شہر کی حرمتیں پامال ہوں اور میں دارالہجرت اور دیارِ رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر کہیں بھی نہیں جانا چاہتا (مسند امام احمد بن حنبل)

حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت ابوہریرہ نے آکر جنگ کی اجازت چاہی کہ انصار دروازے پر منتظر کھڑے ہیں۔آپؓ نے انہیں منع فرما دیا۔حضرت عثمانؓ کا محاصرہ کرنے والے دو

ہزار سے بھی کم افراد تھے اور حضرت عثمانؓ کے مکان کے اندر اور باہر ان کے جان نثار اس سے کہیں زیادہ تعداد میں تھے ۔آخری وقت تک یہ سب آپؓ سے اجازت طلب کرتے رہے کہ ہم باغیوں کا مقابلہ کریں گے اور ان کا محاصرہ توڑ دیں گے۔لیکن آپؓ نے انہیں ان کی اجازت نہ دی۔آپؓ کا ایک ہی جواب تھا:''میں اپنی ذات یا اپنی خلافت کی خاطر مسلمانوں کی تلواریں باہم ٹکراتے نہیں دیکھ سکتا۔

جمعتہ المبارک اٹھارہ ذوالحجہ 35 ہجری کو حضرت عثمانؓ نے خواب میں رسول اللہﷺ کو دیکھا کہ رسول اللہﷺ اور حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ تشریف فرما ہیں اور رسول اللہﷺ فرما رہے ہیں: عثمان جلدی کرو ہم تمہارے افطار کے منتظر ہیں ۔ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا :عثمان آج جمعہ میرے ساتھ پڑھنا ۔(طبقات ابن سعد)

بیدار ہو کر آپؓ نے لباس تبدیل کیا اور قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول ہو گئے ۔ تھوڑی دیر بعد باغیوں نے حملہ کیا اور آپ کو تلاوت قرآن فرماتے ہوئے شہید کر دیا۔اس وقت آپ قرآن مجید سورۃ بقرہ کی آیت 137 (تمہارے لیے اللہ کافی ہے اور اللہ تعالیٰ خوب سننے اور جاننے والا ہے)کی تلاوت فرما رہے تھے ۔

حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت اور عظمت پر لاکھوں سلام کہ آپ نے اپنی ذات اور خلافت کے دفاع کے لیے مدینے کی سرزمین اور مسلمانوں کی حرمت کو پامال نہ ہونے دیا۔جان نثار آپؓ پر قربان ہونے کی اجازت طلب کرتے رہے لیکن آپ نے اجازت نہ دی۔

شہید کا خون جس جگہ گرتا ہے وہ جگہ اس کی شہادت کی گواہی دیتی ہے ۔کسی کا خون کربلا کی سرزمین پر گرا کسی کا احد کی گھاٹیوں میں،کسی کی شہادت گاہ میدان بدر ۔یہ مقامات ان شہداء کی شہادت کی گواہی دیں گے لیکن اے عثمان غنیؓ آپ کے خون کی عظمتوں کو سلام جو قرآن کے اوراق پر گرا اور قیامت کے دن قرآن کریم کے اوراق آپ کی شہادت کی گواہی دیں گے ۔ روزِ محشر ہر شخص اس حال میں اٹھایا جائے گا جیسا کہ اپنی موت کے وقت وہ دنیا سے گیا،کوئی احرام باندھے ہوئے اٹھے گا،کوئی سجدہ کرتے ہوئے آپؓ کی عظمت کو سلام کہ روزِ محشر آپ قرآن

پڑھتے ہوئے اٹھیں گے۔

بیعت کی شرعی حیثیت

(مولانا سید حسین احمد مدنیؒ)

لوگوں کے خیال میں بیعت اور سلوک طریقت شریعت کے خلاف ہے اور اس چیز کی تعلیم آقائے نامدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کی اور چونکہ جو لوگ طریقت اور تصوف کے ذمہ دار ہیں ان (میں سے کچھ لوگوں) کی حرکات وسکنات اور ان کے افعال شریعت کے خلاف پائے جاتے ہیں۔اس واسطے شبہ ہوتا ہے کہ یہ چیز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق اور تعلیم کے خلاف ہے۔بلکہ بیعت نام ہے عہد لینے کا۔

بیعت کی حقیقت اور اس کا ثبوت:

شریعت کی کسی بات کے لیے لوگوں سے عہد لیا جائے کہ وہ اس کام کو انجام دیں گے، خواہ پوری شریعت کا عہد لیا جائے یا کسی خاص مسئلہ کا عہد لیا جائے اس کو بیعت کہتے ہیں۔جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر کو اللہ تعالی کے حکم سے بہت سے مواقع میں انجام دیا ہے۔

بیعت جہاد:

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کی لڑائی کے وقت عہد لیا تھا لوگوں سے کہ اگر دشمنوں سے مقابلہ کی نوبت آئی تو وہ بھاگیں گے نہیں، بلکہ جب تک زندہ رہیں گے تب تک دشمنوں کا مقابلہ کریں گے اور اگر اس کے اندر موت آ جائے تو موت کو اختیار کریں گے۔اس کو سورۃ فتح میں قرآن شریف میں فرمایا گیا:

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ عَلَیْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا☆ (الفتح: ۱۸)

اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے راضی ہو گیا جب کہ وہ درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کر رہے تھے۔

کس بات کی بیعت کر رہے تھے؟ حضرت سلمہ بن اکوعؓ سے پوچھا گیا کہ تم نے حدیبیہ میں درخت کے نیچے کاہے پر بیعت کیا تھا؟ تو وہ کہتے ہیں عَلَی الْمَوْتِ ہم نے بیعت کیا تھا موت کے اوپر۔ (بخاری شریف ج ۲ ص ۵۹۹، باب غزوۃ الحدیبیۃ)

موت کے اوپر بیعت ہونے کے یہ معنی ہیں کہ ہم مر جائیں گے مگر بھاگیں گے نہیں۔ اللہ تعالیٰ اس میں بشارت دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہوا اور ان کے دلوں کی باتوں پر مطلع ہو کر اس نے اپنی سکینت کو اور اطمینان کو ان کے دلوں میں ڈالا اور اس کے بدلے میں فتح مندی عطا فرمائی۔ یہ سورہ فتح میں لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ کے ذیل میں بیعت کا ذکر کیا گیا۔

بیعت کی عظمت:

اسی طرح اللہ تعالیٰ سورہ فتح ہی میں کہتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِهٖ وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰهَدَ عَلَیْهُ اللّٰہَ فَسَیُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا (الفتح: ۱۰)

اے محمد ﷺ جو لوگ تمہارے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں آپ ﷺ سے عہد کرنا اللہ تعالیٰ سے عہد کرنا ہے جس شخص نے اپنے عہد کو پورا کیا

اللہ تعالیٰ اس کو اجر دے گا ثواب دے گا، اور جو عہد کر کے توڑے گا وہ اپنے آپ کو نقصان پہنچاتا ہے۔

تو بیعت جناب رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر کی گئی یہ بیعت تھی جہاد کی، غزوہ حدیبیہ کی۔ قرآن شریف میں سورہ ممتحنہ میں ایک دوسری بیعت کرنے کا حکم دیا گیا۔

بیعت سلوک:

یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَ کَ الْمُؤْمِنَاتُ یُبَایِعْنَکَ عَلٰی اَنْ لَّا یُشْرِکْنَ بِاللّٰہِ شَیْئًا وَّلَا یَسْرِقْنَ وَلَا یَزْنِیْنَ وَلَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَھُنَّ وَلَا یَاْتِیْنَ بِبُھْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَہٗ بَیْنَ اَیْدِیْھِنَّ وَاَرْجُلِھِنَّ وَلَا یَعْصِیْنَکَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَایِعْھُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَھُنَّ اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (الممتحنہ: ۱۲)

''اے پیغمبر جب عورتیں تمہارے پاس آئیں اور وہ عہد کریں، بیعت کریں اس بات پر کہ شرک نہ کریں گی، چوری نہ کریں گی، زنا نہ کریں گی، اپنے بچوں کو قتل نہ کریں گی، (زمانہ جاہلیت میں عادت تھی کہ اپنے بچوں کو مرد وعورت ماں اور باپ قتل کر دیتے تھے اس بچہ کے پالنے میں خرچ بہت کچھ پڑے گا) ۔فاقہ کے خوف سے، اور اسی طرح کسی پر بہتان نہ باندھیں گی حضرت محمد ﷺ کے حکم کو پوری طرح سے انجام دیں گی، نافرمانی نہیں کریں گی۔''

تو حضرت محمد ﷺ کو حکم ہے کہ **فَبَایِعْھُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَھُنَّ اللّٰہَ** آپ بیعت کیجیے اور ان کے لیے استغفار کیجیے۔ تو یہ بیعت اللہ تعالیٰ کے حکم سے جاری ہوئی۔

ہجرت سے پہلے جب کہ مکہ معظمہ میں بارہ سردار انصار کے جمع ہوئے اور آپ

ﷺ نے ان کو دین کی تعلیم دی تو حضرت عبادہ بن صامتؓ جو انہی سرداروں میں سے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو حکم دیا کہ

بَایِعُوْنِیْ عَلٰی اَنْ لَّا تُشْرِکُوْا بِاللّٰہِ شَیْئًا وَّلَا تَسْرِقُوْا وَلَا تَزْنُوْا (واضح رہے کہ یہ بیعت اسلام نہیں بلکہ سلوک وارشاد ہے کیوں کہ یہ ان حضرات کے اسلام لانے کے بعد کی بیعت ہے۔(ن۔ا) مختلف چیزیں اسلام کی تعلیم فرمائیں اور رسول اللہ ﷺ کی مدد کرنے کی، رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کرنے کی، مختلف چیزیں عہد میں لیں اور فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی شخص ان باتوں پر وفاداری کے ساتھ قائم رہا تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں جگہ دے گا اس کی مغفرت کرے گا اور اگر کوئی شخص خلاف کرے گا اور دنیا میں اس کو سزا ملی تو آخرت کی سزا اس پر سے اٹھ جائے گی اور اگر اس نے نافرمانی کی اور سزا نہیں دی گئی دنیا میں، تو اللہ تعالیٰ چاہے تو سزا دے چاہے تو معاف کرے (یہ بیعت نبوت کے بارہویں سال ہوئی تھی، اسے بیعت عقبہ اولیٰ سے تعبیر کرتے ہیں، اس کا واقعہ سیرت کی سب بڑی کتابوں میں موجود ہے) تو اس قسم کے بہت سے واقعات ہیں جن میں جناب رسول اللہ ﷺ نے بعض خاص باتوں پر بیعت لی ہے اور کبھی کبھی عام باتوں پر اور پوری شریعت پر بیعت لی ہے۔(اسے بیعت اسلام سے تعبیر کر سکتے ہیں) بیعت کی تعلیم قرآن شریف میں اور احادیث میں بہت تفصیل کے ساتھ ذکر کی گئی ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے بعض اصحاب سے اسی پر بیعت لی تھی کہ وہ کسی سے کوئی چیز مانگے گا نہیں، سوال نہیں کرے گا (مسند احمد بحوالہ مشکوٰۃ ص:۱۶۴)

تو عادت تھی اس صحابی کی کہ اگر گھوڑے پر سوار ہوا اور اس کا کوڑا گر گیا تو کوڑا بھی کسی دوسرے سے نہیں اٹھواتا تھا۔ بلکہ گھوڑے سے اتر کر کے اپنے کوڑے کو اٹھاتا تھا۔

حضرت جریر بن عبداللہ البجلیؓ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے بیعت لی اس بات پر کہ ہر مسلمان کی خیر خواہی کریں گے۔

(بخاری و مسلم بحوالہ مشکوٰۃ ص ۴۲۳)

تو ہمیشہ ہر چیز میں جس میں مسلمان کو ضرورت سمجھتے تھے خیر کی نصیحت کرتے تھے۔ تو بیعت کوئی نئی چیز نہیں ہے قرآن میں، احادیث میں بہت سے واقعات کو ذکر کیا گیا ہے، بیعت اسی وقت سے جاری ہے اب اسی بیعت ہی میں سے یہ بیعت ''طریقت'' کی ہے جو جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانے سے آج تک چلی آتی ہے۔ بیعت اس بات پر کرنا کہ شریعت پر مضبوطی سے چلیں گے اور جن چیزوں سے شریعت نے منع کیا ہے ان سے بچیں گے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اطاعت میں پوری توجہ سے کام لیں گے، اسی کو بیعت طریقت کہا جاتا ہے جو اس زمانہ سے برابر چلی آتی ہے بیعت کے طریقے تمام زمانے میں جاری رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے خاص خاص بندوں نے مسلمانوں سے عہد لیے ہیں جو یہ پیری مریدی کہی جاتی ہے یہ حقیقت میں وہی بیعت کا طریقہ ہے۔

بیعت لینے کا مستحق:

بیعت لینا ہر شخص کا حق نہیں ہے، جو شخص شریعت کا پابند ہو، بدعات سے اور فسق و فجور سے بچتا ہو اور اس نے کسی ولی اور مرشد کے پاس رہ کر نسبت باطنی حاصل کی ہو، فقر و فاقہ کو اختیار کیا ہو، اس کے ہاتھ پر زمانہ سابق میں بیعت کی جاتی تھی اور وہی مستحق ہے بیعت لینے کا۔ تمام صحابہ میں خاص خاص لوگ بیعت لیتے تھے، خلفائے راشدین اور خصوصاً حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یہ سلسلہ زیادہ چلا ہے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بعد حضرت امام حسن بصریؒ اور پھر ان کے خلفاء برابر یہ بیعت لیتے رہے ہیں۔

شیخ یا پیر کا مطلب:

جو لوگ بیعت لیتے تھے ان کو پیر کہا گیا، پیر کے معنی لغت میں بڑھے کے ہیں، عربی میں اس کو شیخ کہتے ہیں، معمر آدمی جس نے زیادہ دنوں تک خداوند کریم کی اطاعت اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت میں وقت گزارا ہو، وہی اس امر کا مستحق ہوتا ہے کہ وہ دوسروں سے عہد لے تو اس واسطے اس کو عربی میں شیخ، فارسی میں پیر کہا گیا۔ وہ شخص تجربہ کار ہوتا ہے۔ وہ شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری میں عمر گزارے ہوئے ہوتا ہے تو اس کو پیر کہا جاتا ہے۔ پیر کسی خاص آدمی کا نام نہیں ہے، کسی خاص نسب کا نام نہیں ہے، کسی خاص طریقہ کے کرنے والے کا نام نہیں ہے۔ جو شخص شریعت کا پابند ہو اور عرصہ دراز تک اس نے ریاضتیں کی ہوں، ذکر کیا ہو، اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کیا ہو، اس قدر عبادت کی ہو کہ اس کے اندر نسبت اللہ تعالیٰ سے پوری پیدا ہو گئی ہو، وہ شریعت پر بیعت لینے کا مستحق ہے، وہی پیر اور شیخ ہوتا ہے۔

سچے اور جھوٹے پیر:

مگر ایک عرصہ اور ایک زمانہ گزر جانے کے بعد جس طرح سے ہر جماعت میں کھوٹے اور کھرے ہوتے ہیں علم ظاہر میں اور دوسری جماعتوں میں بھی کھوٹے اور کھرے ہوتے ہیں، اسی طرح طریقت کے اندر بھی کھوٹے اور کھرے پائے جانے لگے، جو شخص شریعت کے اوپر نہ چلتا ہو جناب رسول اللہ ﷺ کی سنت کا تابعدار نہ ہو وہ شخص بیعت لینے کا، پیر بننے کا کسی طرح حق نہیں لے سکتا، قرآن شریف میں فرمایا گیا:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ (التوبہ: ۱۱۹)

''اے ایمان والو! خدا سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔''

تو پیر بنایا جاتا ہے سچا، جو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بھی سچا ہو اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ بھی سچا ہو، جس کے اندر، دغل، فسل، مکر، حیلہ وغیرہ نہ پایا جاتا ہو، اللہ تعالیٰ کی سچی تابعداری کرتا ہو، اس کو کہا گیا ہے وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ان کے ساتھ رہو، قرآن شریف میں فرمایا گیا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (المائدہ: ۳۵)

''اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو، ڈرو اللہ تعالیٰ سے، اور اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ ڈھونڈو، وہ شخص تمہارے لیے ذریعہ ہو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کا، اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کا، اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کو حاصل کرنے کا، اسی کو مرشد کہتے ہیں۔ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ میں محققین کی رائے یہی ہے، مراد ہے مرشد، جس کو پہلی آیت میں کہا گیا وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ اس آیت میں پہلے ایمان کو ذکر کیا گیا پھر اس کے بعد تقویٰ ذکر کیا گیا ان دونوں کے بعد اس جگہ وسیلہ یعنی مرشد کا تلاش کرنا اور اس کے حکم پر چلنا، یہ تیسرا حکم وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ کا ذکر کیا گیا۔

(جاری ہے)

اسلام میں مردوں اورعورتوں کی ذمہ داریاں

(امتیاز احمد)

قرآن کریم میں ارشادِ ربانی ہے۔ ترجمہ:''اور جس چیز میں اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اسکی ہوس مت کرو۔مردوں کو ان کاموں کا ثواب ہے جو انہوں نے کئے اور عورتوں کو ان کاموں کا ثواب ہے جو انہوں نے کئے اور اللہ سے اس کا فضل و کرم مانگتے رہو۔(سورہ النساء:32)

اسلام میں مردوں اور عورتوں کی ذمہ داریوں کو سمجھنے کے لئے ہمیں اس آیت کی گہرائی میں جانا ہوگا۔اس آیت کا شانِ نزول بہت دلچسپ ہے۔

حضورﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت اُم سلمٰی نے ایک بار اللہ کے رسولﷺ سے پوچھا کہ جس طرح عورتوں کو مردوں کے مقابلہ میں میراث آدھی ملتی ہے کیا اسی طرح نیک اعمال کی جزاء بھی عورتوں کو مردوں کے مقابلے میں آدھی ملے گی ؟۔ان کی نیت ہرگز حضورﷺ سے شکایت کرنے کی نہیں تھی بلکہ وہ یہ سوال پوچھ کر اپنے علم میں اضافہ کرنا چاہتی تھیں۔اسی طرح کچھ اور عورتوں نے یہ خواہش ظاہر کی کہ کاش وہ بھی مرد ہوتیں تو جنگ میں حصہ لے کر اللہ کی مہربانی اور خوشنودی سے اور زیادہ فیض یاب ہوتیں۔

ان تمام سوالوں کے جواب اس آیت کریمہ میں دیئے گئے ہیں۔اللہ تعالٰی نے ام سلمٰیؓ اور تمام دوسری عورتوں اور مردوں سے یہ صاف صاف فرمادیا ہے کہ وہ ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش اور خواہش نہ کریں۔اللہ تعالٰی نے بڑی حکمت کے ساتھ بعض لوگوں کو بعض لوگوں پر بعض لحاظ سے فوقیت عطاء فرمائی ہے۔اللہ تبارک وتعالٰی نے کسی انسان کو پست قد بنایا ہے تو کسی کو دراز قد کسی کو معمولی شکل وصورت کا بنایا ہے تو کسی کو بہت خوبصورت پیدا فرمایا ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اور زیادہ حسین اور خوبرو بنا دیتا، تو وہ اپنی خوبصورتی اور دلکشی کی وجہ سے غلط راستے پر پڑ جاتا اور گناہوں کا مرتکب ہوتا، اللہ تعالیٰ نے اسے بہت ہی زیادہ حسین نہ بنا کر گناہوں سے بچالیا۔ اسی طرح کچھ لوگ حیثیت کے حساب سے غریب ہیں اور کسی کا رتبہ دنیاوی اعتبار سے کم ہے۔ اللہ تعالیٰ کو بخوبی علم تھا کہ اگر وہ ان کو امیر کبیر یا زیادہ باحیثیت بنا دیتا تو یہ لوگ اپنی امارت اور مرتبہ کے ساتھ انصاف نہ کر سکتے۔ اسی طرح اللہ تبارک و تعالیٰ مسجد کے لئے پورے شہر میں ایک خاص خطہء زمین کا انتخاب فرماتا ہے اور یہ مخصوص خطہ زمین شہر بھر کی تمام عمارتوں سے افضل و اعلیٰ بن جایا کرتی ہے اسی لئے ہم سب مسجد میں داخل ہوتے ہی تحیۃ المسجد کی دو رکعت نفل نماز ادا کرتے ہیں۔ جو اس بات کا خاموش اعلان ہے کہ یہ مخصوص عمارت شہر بھر کی تمام عمارتوں سے ممتاز ہے۔

ہم اکثر خیال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مقدس گھر کے لئے ریگستان کے لق و دق بے آب و گیاہ ویرانے میں ہی ایک مخصوص جگہ کیوں پسند فرمائی؟ جو دنیا کی تمام عبادت گاہوں اور مساجد میں سب سے زیادہ محترم اور مکرم ہے۔ اس راز سے اللہ ہی بخوبی واقف ہے کہ اس نے ایک چیز کو دوسری چیز پر سبقت یا فوقیت کیوں عطاء فرمائی ہے۔ اللہ جسے چاہے اپنی بے پناہ اور لازوال عنایات سے نواز دے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہ السلام کو بھی بعض لحاظ سے ایک دوسرے پر برتری اور بڑائی عطاء فرمائی ہے۔

"یہ پیغمبر (جو ہم وقتاً فوقتاً بھیجتے رہے ہیں) ان میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ (سورہ البقرہ 253)۔

اس تفصیل کے ساتھ ہم پر یہ بات بالکل واضح ہو جانا چاہیے کہ اللہ نے ہمیں جو کچھ اور جتنا کچھ بھی عطاء فرمایا ہے ہمیں اس پر قانع رہنا چاہیے اگر ایک عورت کو مرد کے کرنے کا کام دیدیا جائے تو وہ عورت اسے بخوبی ادا نہیں کر سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ام سلمیٰ اور دوسری عورتوں پر یہ بات واضح کر دی کہ مردوں کے مقابلہ میں عورتوں کو آدھا انعام یا آدھی جزا ہرگز نہیں ہے۔

بلکہ مردوں اور عورتوں کو ان کے نیک اعمال کی جزاء یکساں عطا کی جائے گی۔

"اور جو نیک کام کرے گا مرد ہو یا عورت اور وہ صاحبِ ایمان بھی ہو گا تو ایسے لوگ بہشت میں داخل ہوں گے وہاں انکو بے شمار رزق ملے گا۔" (سورۃ المومنون 40)

ایک بار حضرت ام عمارہ انصاریہؓ اور حضرت اسماء بنت عمیسؓ نے بقول ترمذی کے رسول ﷺ سے عرض کیا کہ کیا وجہ ہے کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ زیادہ تر مردوں سے ہی بلا واسطہ خطاب فرماتا ہے۔ ہم اس بات سے فکرمند ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم عورتوں کے لئے بھی کوئی وعدہ فرمایا ہے یا نہیں؟۔ جواب میں اللہ تعالیٰ نے سورہ الاحزاب کی آیت نمبر 35 نازل فرمائی:

"جو لوگ اللہ کے آگے سر اطاعت خم کرنیوالے ہیں یعنی مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں اور راست باز مرد اور راست باز عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنیوالی عورتیں اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں اور روزے رکھنے والے مرد اور روزے رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں کچھ شک نہیں کہ ان کے لئے اللہ نے بخشش اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے"۔

لہذا اسلام میں مردوں اور عورتوں کے لئے حقوق اور جزا برابر برابر ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کچھ لوگ بہت زیادہ امیر و کبیر ہیں، کسی اور کے پاس علم بہت زیادہ ہے اور کوئی ہے جو روحانیت میں بہت بڑھا ہوا ہے۔ اسلام ہمیں مندرجہ بالا تینوں چیزوں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی اجازت دیتا ہے۔ ہم کو کامیابی و کامرانی حاصل کرنے کے لئے اللہ سے دعا کرنے کی درخواست کر کے اپنی حاجت روائی کروانے کی پوری چھوٹ ہے۔ اگر اس میں ہمارے لئے بھلائی کا کوئی پہلو ہو گا تو اللہ تعالیٰ ہماری دعا قبول فرما کر ہماری مرادیں ضرور پوری کرے گا۔ کیونکہ وہی سب کچھ جانتا ہے۔ پس اگر ہم مندرجہ بالا آیت کا مطلب پوری طرح

ذہن نشین کرلیں تو ہم باآسانی سمجھ جائیں گے کہ اسلام میں مرد اور عورت کی ذمہ داریاں کیا ہیں؟

"مرد عورتوں کے انچارج ہیں اس لئے اللہ نے بعض کو بعض سے افضل بنایا ہے اور اس لئے بھی کہ مرد اپنا مال خرچ کرتے ہیں، تو جو نیک بیبیاں ہیں وہ مردوں کے حکم پر چلتی ہیں اور ان کے پیٹھ پیچھے اللہ کی حفاظت میں (مال وآبرو کی) خبر داری کرتی ہیں"۔(سورہ النساء:34)

اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ مرد عورتوں پر ظلم و جبر کرنے لگیں جیسا کہ ارشاد ہوا ہے

"اور انکے ساتھ اچھی طرح سے رہو سہو"۔(سورہ النساء:19)

کیونکہ مردوں اور عورتوں کے حقوق برابر ہیں۔

"اور عوتوں کا حق (مردوں پر) ویسا ہی ہے جیسے دستور کے مطابق (مردوں کا حق) عورتوں پر ہے"۔(سورہ البقرہ228)

بلکہ مردوں اور عورتوں کو گھریلو امور میں مشورہ کرنا چاہیے۔"دونوں (یعنی ماں باپ) آپس کی رضامندی اور مشورہ سے طے کرلیں"۔(سورہ البقرہ233)

پس اسلامی معاشرے میں میاں بیوی کو ہر مسئلہ میں ایک دوسرے سے حسن اخلاق سے مشورہ کرنا چاہیے۔بلاآخر حتمی فیصلہ مرد کو ہی کرنا ہوگا۔کیونکہ وہ انچارج ہے۔لیکن اگر کوئی فیصلہ غلط ہو گیا تو اس کی پور ذمہ داری دنیا اور آخرت میں صرف مرد پر عائد ہوگی۔پس عورتوں کو کسی بھی حالت میں مرد بننے کی خواہش نہیں کرنا چاہیے اور نہ مردوں کو عورتیں، اللہ تعالیٰ کی مرضی اور حکم کے مطابق مردوں کے فرائض مرد، اور عورتوں کے فرائض عورتیں ہی زیادہ بہتر طریقہ سے ادا کر سکتے ہیں۔

آیئے ہم دیکھیں کہ اسلام میں عورتوں کو مردوں کے مقابلہ میں میراث میں آدھے حقوق دینے میں کیا مصلحت پوشیدہ ہے، وراثت میں والدین یا اپنے شوہر کی طرف سے جو کچھ بھی حصہ عورت کو ملتا ہے، اس پر صرف اور صرف عورت کا ہی حق ہوتا ہے، عورت جب تک بیٹی کی حیثیت سے ماں باپ کے گھر میں ہے تو والدین اسکی ہر طرح سے کفالت کرتے ہیں۔شادی کے بعد شوہر اپنی بیوی کی صورت میں اسکی حفاظت اور پوری پوری کفالت کرتا ہے۔کیونکہ یہ شوہر کا

فرض ہے، بیوہ ہونے کی صورت میں (چاہے عورت کی اولاد ہو یا نہ ہو) اگر ضرورت ہو، تو عورت اپنے ماں باپ کے گھر واپس جا سکتی ہے، عورت کی پوری زندگی میں کہیں نہ کہیں مرد کسی نہ کسی صورت میں اس کا مددگار اور حامی رہتا ہے، جب وراثت میں مرد کو عورت سے زیادہ حصہ ملتا ہے، تو مرد کا اس پر پورا حق نہیں ہوتا، بلکہ مرد کو عورت پر ہر معاملہ میں خرچ کرنا پڑتا ہے، اپنی اولاد اور خاندان کے دوسرے افراد کا خرچ بھی مرد کو اٹھانا ہوتا ہے، پس عورتیں مردوں سے زیادہ فائدے میں رہتی ہیں کیونکہ انہیں اپنے آدھے حصہ کو کسی وقت کسی پر خرچ نہیں کرنا پڑتا کو وہ اپنی مرضی سے دوسروں پر خرچ کریں تو اس میں مذائقہ نہیں۔

اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں عربوں میں عورتوں کا کیا حال تھا۔ ذرا دیکھئے لڑکی پیدا ہوتے ہی عام طور پر زمین میں زندہ دفن کر دی جاتی تھی۔ بعض حالات میں محض تفریح کی خاطر عورت کے بال اونٹ کی دم سے باندھ کر اونٹ کو دوڑایا جاتا تھا، املاک و جائیداد پر عورتوں کا کوئی حق نہیں تھا، اسلام نے نہ صرف عورتوں کو مردوں کے برابر حقوق دلائے بلکہ انہیں وراثت میں حصہ دار بنایا۔ اور املاک اور جائیداد رکھنے کی بھی اجازت اور سہولت فراہم کی۔ آیئے ہم اسلام کے نکتہ نظر سے ایک متقی عورت کا کردار دیکھیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"تو جو نیک بیبیاں ہیں وہ مردوں کے حکم پر چلتی ہیں اور ان کے پیٹھ پیچھے اللہ کی حفاظت میں (مال و آبرو کی) خبرداری کرتی ہیں"۔ (سورہ النساء 34)

اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ سب سے اچھی بیوی ہے جسے دیکھتے ہی شوہر کا دل خوشی سے لبریز ہو جائے، جب شوہر اسے کوئی حکم دے تو وہ اسے فوراً پورا کرے اور شوہر کی غیر موجودگی میں اپنی اور اپنے مال و اسباب کی پوری پوری حفاظت و نگہداشت کرے۔

پس عورتوں کو چاہیے کہ وہ اللہ کے بتائے ہوئے قانون کے تحت شوہر کے مال و دولت کی حفاظت کریں اس کے علاوہ بیویوں کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ اپنی اولاد کو اسلامی طریقہ سے پروان چڑھائیں۔ یہ ذمہ داریاں یقیناً بہت دشوار ہیں، اللہ تعالیٰ اس آیت میں عورتوں سے وعدہ

فرماتا ہے کہ ان ذمہ داریوں سے عہدہ براہونے میں وہ ان کی مدد فرمائے گا۔اگر ایک بیوی اپنے خاوند سے سرکشی کرنے لگے گی تو اس کی اصلاح کا طریقہ یہ ہے۔

"اور جن عورتوں کی نسبت تمہیں معلوم ہو کہ سرکشی (اور بدخوئی) کرنے لگی ہیں تو (پہلے) ان کو (زبانی) سمجھاؤ (اگر نہ سمجھیں تو) پھر ان کے ساتھ سونا ترک کردو، اگر اس پر بھی باز نہ آئیں تو زدوکوب کرو اور اگر فرمانبردار ہوجائیں تو پھر ان کو ایذاء دینے کا کوئی بہانہ مت ڈھونڈو، بیشک اللہ سب سے اعلیٰ اور جلیل القدر ہے"۔(سورہ النساء 34)

پس اصلاح کے کئی مراحل ہیں۔سب سے پہلے علماء اور نفسیاتی ماہرین سے مدد حاصل کرنی چاہیے۔بدقسمتی سے پوری دنیا کے مسلمان زیادہ تر اپنے ذاتی معاملات کو پردوں میں چھپائے رکھتے ہیں، جس سے ان کو نقصان ہوتا ہے۔رہی بات بیوی کو اپنے بستر سے الگ کرنے کی تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ بیوی کو گھر سے نکال دیا جائے، بیوی کو بھی چاہیے کہ وہ اس طرح کے تنازعہ کی صورت میں شوہر کا گھر چھوڑ کر اپنے رشتے داروں کے گھر جا کر نہ رہنے لگے، چند علماء کرام کے مطابق دونوں شوہر اور بیوی کو الگ الگ کمروں میں بھی نہیں سونا چاہیے، بلکہ ایک ہی بستر پر رات بسر کرتے ہوئے ایک دوسرے سے بالکل الگ رہنا چاہیے، جو ایک بہت مشکل کام ہے، یہ صورت حال دونوں شوہر اور بیوی کو قریب آکر اپنے اختلافات بھلا کر پھر ایک ہونے میں مددگار ثابت ہوسکتی ہے۔پھر یہ کہ عورت کو راہ راست پر لانے کے لئے مارنے کا جو حکم ہے تو وہ اس طرح نہیں ہے کہ شوہر بیوی کو زخمی کردے بلکہ اس طرح مارے کے عورت کے جسم کے کسی بھی حصہ سے ذرا بھر چوٹ کا اظہار نہ ہو، حضور ﷺ کا فرمان ہے: (اچھے اور شریف آدمی اپنی بیوی پر ہاتھ نہیں اٹھاتے): ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت لوط علیہ السلام سمیت کسی بھی نبی نے کبھی بھی اپنی بیوی پر ہاتھ نہیں اٹھایا، اللہ کے رسول ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ جو لوگ اپنی بیویوں سے اچھا سلوک کریں گے وہ جنت میں مجھ سے زیادہ قریب ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کا حکم بھی ہے کہ اگر تمہاری بیویاں راہ راست پر آجائیں تو انہیں گزرے

ہوئے واقعات یاد دلا کر شرمندہ نہ کرو، اور یاد رکھو کہ اللہ بہت عظیم اور طاقتور ہے، اسی اللہ نے مردوں کو عورت کا حاکم بنایا ہے۔

"اور اگر تم کو معلوم ہو کہ میاں بیوی میں ان بن ہے تو ایک منصف مرد کے خاندان میں سے اور ایک منصف عورت کے خاندان میں سے مقرر کرو، اگر وہ دونوں صلح کرا دینی چاہیں گے تو اللہ ان میں موافقت پیدا کر دے گا، کچھ شک نہیں کہ اللہ سب کچھ جانتا ہے اور سب باتوں سے خبردار ہے"۔(سورہ النساء 35)

اگر میاں بیوی کا باہمی اختلاف کسی طرح دور نہ ہوتا ہو تو انہیں چاہیے کہ درمیان میں ثالث مقرر کر لیں، اگر دونوں (یہاں "دونوں" سے مراد دونوں میاں بیوی اور دونوں ثالث) سچے دل اور صاف نیت سے مصالحت کے خواہش مند ہوں تو اللہ تعالیٰ وعدہ فرما رہے ہیں کہ وہ ان میں موافقت پیدا کر دیں گے۔

بعض صحابہ کرامؓ کا خیال تھا کہ اسلام نے عورتوں کو ضرورت سے زیادہ ہی حقوق دیدیئے ہیں تا کہ ان کی معاشرے میں عزت افزائی ہو۔ بعد ازاں ان کے بعض حقوق سلب کر لئے جائیں گے۔ اس لئے یہ لوگ اس بارے میں اللہ کے رسول ﷺ سے بار بار سوالات کیا کرتے تھے۔

اے پیغمبر لوگ تم سے (یتیم) عورتوں کے بارے میں فتویٰ طلب کرتے ہیں کہہ دو کہ اللہ تم کو ان کے (ساتھ نکاح کرنے کے) معاملے میں اجازت دیتا ہے اور جو حکم اس کتاب میں پہلے دیا گیا ہے وہ ان یتیم عورتوں کے بارے میں ہے جن کو تم ان کا حق تو دیتے نہیں اور خواہش رکھتے ہو کہ انکے ساتھ نکاح کر لو اور (نیز) بیچارے بیکس بچوں کے بارے میں اور یہ (بھی حکم دیتا ہے) کہ یتیموں کے بارے میں انصاف پر قائم رہو، اور جو بھلائی تم کرو گے اللہ اس کو جانتا ہے۔(سورہ النساء 127)

پس اللہ تعالیٰ نے اعلان فرما دیا کہ عورتوں کے برابر کے حقوق اور معاشرے میں اعلیٰ مقام ہمیشہ ہمیشہ قائم رہیں گے۔

محبوب سے سچی محبت

(شیخ الاسلام محمد بن ابی بکرؒ)

سچی محبت میں غیر کی شرکت ممکن نہیں

قلب کے اندر محبوب اعلیٰ کی محبت، اس کا عشق اور محسوس صورتوں کا عشق ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتا۔ یہ دونوں باہم ایک دوسرے کی ضد ہیں اور ضد کبھی ایک جگہ جمع نہیں ہوا کرتی ہیں بلکہ یہ لازم وضروری ہے کہ ایک کی محبت دوسرے کی محبت کو قلب سے نکال باہر کرے۔

پس جس کی محبت قوی تر ہے اور اس کی ساری محبتیں اس محبوب اعلیٰ سے وابستہ ہیں جس کی محبت کے سوا تمام محبتیں باطل اور موجب عذاب ہیں۔ ایسا شخص دنیا کی ساری محبتوں سے منہ موڑ لیتا ہے اس کے سوا تمام سے اپنا رشتہ توڑ لیتا ہے وہ اگر اللہ کے سوا کسی اور سے محبت بھی کرتا ہے تو صرف محبوب اعلیٰ کی خاطر یا اس لئے کہ یہ محبت محبوب اعلیٰ کی محبت کا ایک ذریعہ ہے۔

یہ شخص محبوب اعلیٰ کے سوا تمام سے اپنا رشتہ توڑ لیتا ہے یا پھر وہ اس چیز کو توڑ دیتا ہے جو اس محبوب اعلیٰ کی محبت کے متخالف ہو یا محبوب اعلیٰ کی محبت میں کہیں کچھ رخنہ انداز ہوتی ہو۔ محبت صادقہ کا اقتضا تو یہ ہے کہ محبوب صرف ایک ہی ہو اور کسی کو اس کی محبت میں شریک نہ کیا جائے۔

انسان جب کبھی اپنے جیسے انسان ہی سے محبت کرتا ہے تو محبوب کبھی گوارا نہیں کرتا کہ محبت کرنے والا کسی دوسرے کو اس کا شریک کرلے۔ بلکہ اگر وہ ایسا محسوس کرے تو اس پر بگڑتا ہے اس پر برہم ہوتا ہے محبت کرنے والے کو اپنے پاس نہیں آنے دیتا، اسے دھتکارتا ہے اور کہہ دیتا ہے کہ تیرا دعوائے محبت جھوٹا ہے۔ حالانکہ یہ محبوب اس امر کا اہل بھی نہیں ہے کہ محبت کی تمام تر قوتیں اس کے قدموں پر سرنگوں ہو جائیں تو پھر وہ حبیب اعلیٰ محبوب برتر وبالا کہ تمام تر محبتوں کا حقدار صرف وہی ہے کیونکر گوارا کرے گا کہ اس کی محبت میں کسی اور کو شریک کیا جائے؟ اور حال یہ ہے کہ اس کی محبت کے سوا تمام محبتیں موجب عذاب اور باعث وبال ہیں اور یہی وجہ ہے کہ جو

اللہ تعالیٰ اس آدمی کو کبھی نہیں بخشے گا جو اس کی محبت میں کسی دوسرے کو شریک کرے گا اس کے سوا دوسروں کو جسے چاہے بخش دے گا۔

پس وہ شخص جو صورتوں سے محبت کرتا ہے وہ اپنے لئے نافع ترین محبت کو فوت کر دیتا ہے۔ اب بندہ ان دو محبتوں میں سے جسے چاہے اختیار کر لے۔ یہ محبتیں ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتیں نہ دونوں کی دونوں مرتفع ہوسکتی ہیں۔ جو شخص محبت الٰہی، ذکر خداوندی اور شوق ولقاء رب سے اعراض کرتا ہے اللہ اسے دنیا میں بھی غیروں کی محبت میں گرفتار کر دیتا ہے اور عالم برزخ اور عالم آخرت میں بھی اسے عذاب دیتا ہے۔ بتوں کی محبت کے ذریعے عذاب دیتا ہے، صلیب کی محبت کے ذریعہ آگ کی محبت کے ذریعے امردوں اور لونڈوں کی محبت کے ذریعے، عورتوں کی محبت کے ذریعے، کاروبار، خاندان، قبیلہ اور دوست واحباب کی محبت کے ذریعہ یا اس سے بھی کم تر درجہ کی حقیر، بے وقعت بے قدر، اور ادنیٰ چیزوں کی محبت کے ذریعے اسے عذاب میں مبتلا کرتا ہے اور انسان تو ہر حال میں اپنے محبوب ہی کا بندہ ہوتا ہے وہ محبوب خواہ کوئی ہو۔

پس جس کا معبود، مالک، مولا اللہ نہیں، اس کا معبود و مالک اور مولا اس کی خواہشات ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"بھلا اس شخص کو دیکھو جس نے اپنی خواہش نفس کو معبود بنالیا ہے اور باوجود سمجھ کے صاحب علم ہونے کے اللہ نے اسے گمراہ کر دیا ہے اور اس کے گوش وہوش (کانوں) اور دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا ہے، اب اللہ کے سوا اس کو کون راہ پر لا سکتا ہے؟ کیا اب بھی تم نصیحت نہیں پکڑتے"۔ (سورہ جاثیہ 23/45)

محبت کے درجات خصوصیات اور اس کے اسباب

تعبد کی یہ خاصیت ہے کہ خضوع و انکساری کے ساتھ محبوب سے محبت کی جائے اور محبوب کے سامنے اپنے کو ذلیل وحقیر اور بے قدر و بے توقیر کر دیا جائے۔

جب آدمی کسی سے محبت کرتا ہے اور محبوب کے سامنے خضوع وانکساری ظاہر کرتا ہے تو اس کا قلب اس کی عبادت کرتا ہے بلکہ محبت کے آخری درجہ کا نام ہی تعبد ہے اور محبت کے اس درجہ کا نام عربی میں **التتیم** بھی ہے۔

محبت کے ابتدائی درجہ کو "علاقہ" کہتے ہیں اور اسے علاقہ اسلئے کہتے ہیں کہ اس میں قلب کا محبوب سے تعلق قائم ہوتا ہے۔

شوق نام ہے قلب کے اس سفر کا جو پوری تیزی سے محبوب کی طرف شروع کیا جائے۔
شوق کا اطلاق پروردگار عالم کے متعلق ہوتا ہے۔جیسا کہ مسند احمد میں سیدنا عمار بن یاسرؓ کی حدیث میں مروی ہے کہ سیدنا عمارؓ نے ایک مرتبہ کامل اطمینان اور پورے خضوع کے ساتھ نماز پڑھی۔ختم نماز کے بعد لوگوں نے ان سے پوچھا کہ آپ نے اس قدر اطمینان کے ساتھ نماز کیوں اس قدر لمبی کی؟انہوں نے جواب دیا: میں نے نماز میں وہ دعائیں پڑھیں جو رسول اللہﷺ پڑھا کرتے تھے:

"اے اللہ! میں تجھ سے علم غیب کی برکت سے اور مخلوق پر جو تیری قدرت ہے سوال کرتا ہوں جب تک زندگی میرے لئے بہتر ہے مجھے زندہ رکھ اور جب تو جانے کہ میرے لئے موت بہتر ہے تو مجھے موت دے۔اے اللہ! میں چھپے اور ظاہر تجھ سے تیرا خوف مانگتا ہوں اور خوشی اور غصے میں کلمہ حق کہنے کی تجھ سے توفیق مانگتا ہوں،اور محتاجی وآسودگی میں تجھ سے درمیانی رفتار مانگتا ہوں،اور تجھ سے نہ ختم ہونے والی نعمت مانگتا ہوں منقطع نہ ہونے والی اور تجھ سے آنکھوں کی ٹھنڈک مانگتا ہوں اور تجھ سے تیرے فیصلے کے بعد راضی ہونا مانگتا ہوں اور تجھ سے مرنے کے بعد عیش کی ٹھنڈک مانگتا ہوں اور تجھ سے تیرے رخ کی طرف دیکھنے کی لذت مانگتا ہوں اور تیری ملاقات کا شوق مانگتا ہوں،وہ جو تکلیف دہ ایذاءرسانی اور گمراہ کرنے والے فتنے سے پاک ہو۔ اے اللہ! تو ہمیں ایمان کی زینت سے آراستہ کر اور ہم کو ہدایت کرنے والے اور ہدایت پائے ہوئے بنادے"۔

"میری ذات کے لئے ابرار و نیک کاروں کا شوق بہت طویل ہے اور میں بھی ان کی ملاقات کا بہت شائق ہوں"۔

یہاں شوق کا لفظ اس معنی میں استعمال ہوا ہے، جس کی تعبیر اس حدیث میں ہوئی ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"جو آدمی اللہ کی ملاقات کو محبوب رکھتا ہے اللہ اس کی ملاقات کو محبوب رکھتا ہے"۔

بعض اہل بصیرت اس آیت کے بارے میں کہتے ہیں:

"جسے اللہ کی ملاقات کی امید ہو پس اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت یقیناً آنے والا ہے"۔

چونکہ اللہ کو اس امر کا علم ہے کہ اس کے دوست اس کی ملاقات کے شائق اور متمنی ہیں اور ان کے قلوب کے جذبات محبت اس وقت تک ٹھنڈے نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ اس سے ملاقات نہیں کر لیں گے۔ لہذا اس نے ان کے لئے ایک اجل و میعاد متعین کر دی اور اس اجل و میعاد پر ان سے ملاقات کا وعدہ کر لیا تا کہ انہیں کچھ تسلی و تسکین ہو جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ طیب و پاکیزہ اور خوشگوار زندگی ان ہی لوگوں کی زندگی کا نام ہے۔ اس سے بہتر خوشگوار اور پر نعمت زندگی کسی کی ہو ہی نہیں سکتی اور اسی حیات طیب اور نفیس ترین زندگی کا تذکرہ اس آیت کے اندر کیا گیا ہے:

"جو شخص نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت لیکن با ایمان ہو تو ہم اسے یقیناً نہایت بہتر زندگی عطا فرمائیں گے"۔

اس حیات و زندگی سے وہ حیات و زندگی مراد نہیں جو اہل ایمان اور اہل کفر میں اور ابرار و فجار میں مشترک ہے۔ مثلاً اچھا کھانا ملے، اچھا لباس اور کپڑا ملے، اچھی عورت ملے۔ یہ چیزیں تو اللہ کے دشمنوں کو بھی حاصل ہیں بلکہ بمقابلہ اللہ کے دوستوں کے اللہ کے دشمنوں کو زیادہ حاصل ہیں۔ اس آیت میں اللہ نے اس امر کی ضمانت دی ہے اور وعدہ کیا ہے کہ وہ عمل صالح کرنے والوں کو حیات طیبہ، خوشگوار زندگی سے نوازے گا۔ یقیناً اللہ اپنے وعدے کا سچا ہے

وہ کبھی اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرے گا اور انسان کو اس سے بڑھ کر کون سی زندگی چاہیے کہ اس کی ساری توجہات اللہ ہی کی طرف ہو جائیں اور صرف اسی کی رضامندی و رضاء جوئی کی طرف متوجہ ہو جائیں اس کے قلب میں کسی قسم کا تشت و اضطراب نہ رہے بلکہ قلب کی تمام تر توجہ اللہ ہی کی طرف رہے ۔اس کے تمام افکار جو منقسم و منتشر ہوتے ہیں اور ہر وادی میں پراگندہ صورت میں گھومتے پھرتے ہیں ، وہ صرف معبود واحد پر اس کی رضامندی و رضا جوئی پر مجتمع ہو جائیں اور وہ صرف اپنے محبوب اعلیٰ کا ذکر کرتا رہے اور اس پر محبت الٰہی ،شوق ولقاء محبوب اعلیٰ کے گرد طواف کرتے رہیں بلکہ اس کے خطرات قلب بھی اس محبوب اعلیٰ کے گرد طواف کرتے رہیں ۔ایسا آدمی اگر خاموش بھی رہتا ہے تو صرف اللہ کے لئے اللہ کی رضا جوئی کے لئے وہ بولتا بھی ہے تو صرف اللہ کے لئے سنتا بھی ہے تو اللہ کے لئے دیکھتا بھی ہے تو اللہ کے لئے اور اللہ کے ساتھ اللہ کی رضامندی کے لئے اور اس کی تمام تر حرکات و سکنات صرف اس کی مرضی ،اس کی رضا مندی و رضا جوئی کے لئے ہوتی ہیں ۔اسی کے ساتھ وہ اپنی زندگی گزارتا ہے اور اسی پر وہ مرتا ہے اور اسی پر آخرت میں اٹھایا جائے گا۔

حدیث قدسی اور اس کا مفہوم:

"میرا بندہ مجھ سے تقرب حاصل کرتا ہے اور اس کے پاس وہ ہوتا ہے جو اس پر میں نے فرض کیا تھا اور یہ میرا بندہ تو نوافل کے ذریعہ مجھ سے تقرب حاصل کرتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اسے اپنا دوست بنا لیتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے ،پس وہ میری ہی مدد سے سنتا ہے ،میری ہی مدد سے دیکھتا ہے ،میری ہی مدد سے پکڑتا ہے اور میری ہی مدد سے چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اسے دیتا ہوں اور اگر وہ میری پناہ مانگتا ہے تو میں اسے پناہ دیتا ہوں ۔میں جو کچھ کرنا چاہتا ہوں اس میں مجھے کبھی تردد نہیں ہوتا ۔جیسا کہ تردد مجھے میرے مومن بندے کی روح قبض کرنے میں ہوتا ہے وہ

موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں ایسی کوئی بات پسند نہیں کرتا جو اسے بری لگے لیکن موت سے اس کو کوئی چارہ نہیں ہے"۔

اس حدیث قدسی کے معنی اور اسرار غلیظ الطبع، کثیف القلب انسان ہرگز نہیں سمجھ سکتا۔ حدیث کی مراد یہ ہے کہ اللہ کی محبت کے اسباب دو قسم کے ہیں۔فرائض کا ادا کرنا اور نوافل کے ذریعے تقرب الٰہی حاصل کرنا۔اللہ نے اس حدیث میں یہ خبر دے دی کہ جو لوگ مجھ سے تقرب اور نزدیکی حاصل کرنا چاہیں وہ پہلے فرائض ادا کریں اس کے بعد نوافل کی کوشش کریں۔نوافل کا درجہ فرائض ادا کرنے کے بعد ہے۔اللہ سے محبت کرنے والا جب نوافل کی کثرت کرتا ہے تو وہ اللہ کا محبوب بن جاتا ہے۔تو یہ محبت ایک اور محبت کی موجب بن جاتی ہے جو پہلی محبت سے مافوق اور قوی تر ہوتی ہے۔یہ محبت اس کے قلب کو غیر محبوب کی فکر اور اہتمام سے مستغنیٰ کر دیتی ہے، اس کی روح فکر اغیار کے مقابلہ میں غالب آ جاتی ہے اور اس میں کسی غیر کی گنجائش نہیں چھوڑتی، اس کے سامنے صرف اسی محبوب کی محبت اور اسی محبوب کا ذکر ہوتا ہے اور بس۔یہ اور یہی محبت اس کے قلب کے زمام کی مالک ہو جاتی ہے۔اور اس پر اسی طرح مستولی اور غالب ہو جاتی ہے، جس طرح ایک محبوب پر کسی محبِّ صادق کی محبت مستولی اور غالب آ جاتی ہے کہ اس کی محبت کی تمام تر قوتیں اور کوششیں صرف اسی محبوب کے لئے وقف ہو جاتی ہیں اور بلا ریب یہ ایک ایسا محبّ اور دوست ہوتا ہے کہ محبوب ہی کے لئے سنتا ہے اور دیکھتا ہے، اور محبوب ہی کے لئے پکڑتا اور چلتا ہے، محبوب ہی اس کے قلب میں بسا ہوا ہوتا ہے اور ہر وقت اس کے ساتھ ہوتا ہے اور ہمہ وقت اس کا مونس اور ساتھی اور رفیق ہوتا ہے۔

اطاعت

(مولانا امین احسن اصلاحی)

عبادت کے ساتھ اللہ تعالٰی کے ساتھ اپنے تعلق کو استوار رکھنے کے لئے اس کی اطاعت بھی ضروری ہے۔ اسلام میں ہندویت اور عیسائیت کی طرح اللہ صرف پوجا پاٹ ہی کا حقدار نہیں ہے بلکہ اطاعت اور فرمانبرداری کا بھی حق دار ہے۔ اطاعت سے مطلب ان قوانین و احکام کی اطاعت ہے جو اللہ تعالٰی نے اپنے نبیوں اور رسولوں کے ذریعہ سے اپنے بندوں کی انفرادی زندگی کی درستگی اور ان کی اجتماعی زندگی کی تنظیم کے لئے اتارے ہیں۔

اس اطاعت کے لئے سب سے پہلے تو عقل مطالبہ کرتی ہے کیونکہ یہ بات بالبداہت عقل کے خلاف ہے کہ انسان جس ہستی کو اپنی عبادت کا مستحق تسلیم کرے اس کے احکام وقوانین کی اطاعت سے بے پرواہ رہے یا ان کا انکار کرے۔ اگر معبود ہستی نے کوئی حکم اور قانون دیا ہی نہ ہو (جس کا معبود حقیقی کے بارے میں تصور نہیں کیا جا سکتا) تب تو اور بات ہے لیکن اس معبود ہستی نے اگر کچھ احکام وقوانین دیے ہیں تو انسان کی عقل اس سے یہ مطالبہ کرتی ہے کہ وہ جس کو عبادت کا مستحق سمجھتا ہے اسی کو اطاعت کا بھی مستحق سمجھے۔ عبادت کسی کی کرنا اور اطاعت کسی اور کی کرنا دونوں باتوں میں ایک کھلا ہوا تضاد ہے، جس پر صرف وہی شخص مطمئن ہو سکتا ہے جس کی عقل میں بہت بڑا فتور واقع ہو گیا ہو۔

دوسرے درجہ میں اس کا مطالبہ جہاں تک اسلام کا تعلق ہے، اسلام کی ظاہری شکل و صورت کرتی ہے۔ اسلام کو جو شخص تھوڑا بہت جانتا ہے وہ اس حقیقت سے کسی طرح بھی انکار کرنے کی جرات نہیں کر سکتا کہ اسلام کے خدا نے صرف اپنی پرستش ہی کا مطالبہ نہیں کیا ہے بلکہ اپنی اطاعت کا بھی مطالبہ کیا ہے۔ اس نے لوگوں کو نماز پڑھنے،، روزہ رکھنے اور زکوۃ دینے ہی کے احکام نہیں دیے، بلکہ معاملات، کاروبار، زراعت تجارت اور سیاست سے متعلق بھی بہت

سے واضح اور قطعی احکام وقوانین دیے ہیں ۔ظاہر ہے کہ یہ احکام وقوانین اس نے اسی لئے دیے ہیں کہ ان کی اطاعت کی جائے ۔اگر ان کی اطاعت مطلوب نہیں ہے تو پھر ان احکام کے دینے کا فائدہ ہی کیا؟ چنانچہ اسی بنیاد پر قرآن مجید کی سورہ المائدہ 44، 45، 47 میں ارشاد ہوا ہے:

"اور جو لوگ اللہ کی اتاری ہوئی شریعت کے مطابق فیصلے نہ کریں تو یہی لوگ کافر ہیں"

"اور جو اللہ کی اتاری ہوئی شریعت کے مطابق فیصلے نہ کریں گے تو وہی لوگ ہیں جو ظالم ٹھہریں گے"۔

"اور جو اللہ کے اتارے ہوئے قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں گے تو وہی لوگ نافرمان ہیں"۔

اسی وجہ سے قرآن مجید میں صرف اعبدو ربکم ہی کا حکم نہیں آیا ہے بلکہ بار بار اطیعوا اللہ کا حکم بھی آیا ہے جس کے معنی یہی ہیں کہ اللہ کے قانون کی اطاعت کرو:

" کہہ دو کہ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی ۔اگر یہ اعراض کریں تو یاد رکھیں کہ اللہ کافروں کو دوست نہیں رکھتا"۔(آل عمران 32)

"اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اولوالامر کی"۔(النساء 59)

اس اطاعت کی عملی شکل درحقیقت رسول کی اطاعت ہے ۔اس لئے کہ رسول ہی ہے جو اللہ کے نائب کی حیثیت سے اللہ کے احکام وقوانین سے باخبر کرتا اور ان کی تنفیذ کرتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں جہاں جہاں بھی اطیعوا اللہ وارد ہے، ساتھ ہی اطیعوا الرسول کا بھی حکم ہے ۔اس وجہ سے اللہ اور رسول کی اطاعت کے درمیان فرق کرنے کے لئے اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے ۔جو لوگ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو تسلیم کرتے ہیں لیکن رسول کی اطاعت تسلیم نہیں کرتے ان کی مثال بالکل ایسی ہے کہ وہ بادشاہ کی اطاعت تو تسلیم کرتے ہیں لیکن اس کے مقرر کئے ہوئے نائب کی اطاعت تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں ۔ظاہر ہے کہ اس طرح کی خودمختاری کی گنجائش نہ تو دنیا کے قوانین میں کہیں تسلیم کی گئی ہے اور نہ اللہ ہی نے اپنے قانون میں اس کے جواز کی کوئی گنجائش رکھی ہے:

"پس نہیں، تیرے رب کی قسم! یہ لوگ مومن نہیں ہیں جب تک اپنی نزاعات میں تمہی کو حکم نہ مانیں اور جو کچھ تم فیصلہ کردو اس پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس کئے بغیر اس کے آگے

سرِ تسلیم خم نہ کردیں"۔(النساء65)

اللہ تعالیٰ نے اپنی اس اطاعت سے دو شکلوں کے سوا کسی شکل میں بھی انحراف کی گنجائش نہیں رکھی ہے۔ایک بھول چوک یا کسی جذبہ سے مغلوبیت، دوسرے مجبوری۔پہلی صورت کا علاج استغفار اور توبہ اس نے بتایا ہے اور دوسری صورت کا علاج، امکان کے حد تک، اس مجبوری کی اصلاح یا اس سے نکلنے کی جدوجہد۔ان شکلوں کے سوا اللہ کی اطاعت سے انحراف اختیار کرنے والا اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق ہی منقطع کرلیتا ہے۔

مسلمان جہاں کہیں اس پوزیشن میں ہوں کہ وہ اللہ کے قانون کا نفاذ کرسکیں، ان کے اوپر یہ واجب ہے کہ وہ اللہ ہی کے قانون نفذ کریں اور اسی کی اطاعت کریں۔جو نظام اللہ اور رسول کے قانون پر مبنی ہو اور اللہ اور رسول کے احکام ہی کے نفاذ کے لئے وجود میں آیا ہو اسلام میں اس کا درجہ بہت اونچا ہے۔اس نظام کے چلانے والے اولوالامر درحقیقت رسول کے خلفاء کی حیثیت رکھتے ہیں، اس وجہ سے ان کی اطاعت واجب ہے اوپر ہم نے سورہ النساء والی آیت جو نقل کی ہے اس میں اولوالامر سے ایسے ہی اولوالامر مراد ہیں۔ایسے اولوالامر کی اطاعت سے اگر کوئی شخص انحراف اختیار کرے تو وہ گویا اللہ اور رسول کی اطاعت سے انحراف اختیار کرتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے صاحب امر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے صاحب امر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔

اسلامی نظام اطاعت کی یہ تینوں کڑیاں ایک دوسری سے الگ نہیں کی جاسکتی ہیں۔ یہ تینوں درحقیقت ظاہر میں تین ہیں اور الگ الگ نظر آتی ہیں حقیقت میں یہ تینوں ایک ہی ہیں کیونکہ مقصود بالذات تو درحقیقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے، بقیہ دونوں تو اس کا وسیلہ ذریعہ ہیں

اسلام نے اپنے نظام اطاعت میں اولوالامر کو یہ بلند منصب جو دیا ہے تو اس منصب کا بدیہی تقاضا یہ ہے کہ وہ خود اللہ کے قانون کی اطاعت کریں اور اس کے بندوں کے اندر اسی کے

قانون کو جاری و نافذ کریں جس طرح رسول کو یہ بات دل و جان سے زیادہ عزیز و محبوب تھی کہ لوگ اللہ کے قانون کی اطاعت کریں۔اسی طرح انہیں بھی یہ بات محبوب ہو کہ لوگ اللہ اور رسول کے احکام کی اطاعت کریں اور جس طرح رسول کے نزدیک یہ چیز مبغوض تھی کہ لوگ اللہ کی اطاعت سے انحراف اختیار کریں اسی طرح ان کے نزدیک بھی یہ چیز مبغوض ہو کہ لوگ اللہ اور رسول کی اطاعت سے انحراف اختیار کریں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں سے اطاعت کا یہ مطالبہ اس بنیاد پر ہے کہ اس کائنات کا حقیقی حکمران وہی ہے۔بندوں کا حقیقی منصب صرف اطاعت کا ہے اور اگر وہ کوئی تصرف کا حق رکھتے ہیں تو صرف اس کے نائب کی حیثیت سے،اس وجہ سے ان کے لئے یہ بات کسی حال میں جائز نہیں ہے کہ وہ اصل حکمران کے حکم کے خلاف کوئی حکم دیں اور اگر وہ ایسا کر بیٹھیں تو وہ اپنا وہ درجہ از خود ختم کر دیتے ہیں جو اسلام نے ان کو بخشا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے احکام سخت بھی ہیں اور نرم بھی ان پر عمل کرنے اور عمل کرانے میں بسا اوقات نہایت مشکل حالات اور صبر آزما رکاوٹوں سے سابقہ پیش آتا ہے،لیکن اللہ تعالیٰ کا مطالبہ بندوں سے یہ ہے کہ وہ ہر طرح کے حالات میں اسی کی اطاعت کریں۔جو لوگ صرف انہی باتوں میں اللہ کی اطاعت کرنا چاہتے ہیں جن کو وہ اپنی خواہشوں یا مصلحتوں کے مطابق پاتے ہیں جن باتوں کو وہ اپنی خواہشوں اور مصلحتوں کے مطابق نہیں پاتے ان کی اطاعت سے گریز کی راہیں نکالتے ہیں یا ان میں تحریف کرنے کی کوشش کرتے ہیں،ان کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ نے قبول نہیں فرمایا، بلکہ ایسے لوگوں کو اپنے غضب اور اپنی لعنت کا مستحق قرار دیا ہے۔پچھلی امتوں میں اس کی مثال یہود ہیں۔یہود نے اللہ تعالیٰ کی شریعت کی بہت سی باتیں اپنی خواہشات اور اپنے مصالح کے خلاف سمجھ کر بدل ڈالیں۔انہوں نے اپنے گمان کے مطابق اللہ کی شریعت کو زمانے کے حالات کے مطابق ایک ترقی یافتہ شریعت کی شکل میں ڈھالنے کی کوشش کی،لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی شریعت میں ان کی ان اصلاحات کو نہ صرف یہ کہ قبول نہیں فرمایا بلکہ ان کی اس جسارت کی پاداش میں ان کو اپنی شریعت ہی سے محروم کر دیا اور ان پر لعنت کر دی۔

پردہ، شرم و حیا

(شاہد زبیر)

"حیا سے صرف بھلائی پہنچتی ہے"

اسلام شاید وہ واحد مذہب ہے جس نے بے پردگی پر اعتراض لگایا ہے۔ جسمانی اور اخلاقی پہلوؤں پر سیر حاصل ہدایات جاری کی ہیں تا کہ ایک طرف تو جسم کو موسموں سے محفوظ رکھا جائے اور دوسری طرف انسانی جسم کے ان حصوں پر جن پر نگاہ نہیں پڑنی چاہیے وہ کھلے نہ رہیں۔ جس طرح جسم کے لئے شرم و حیا ضروری جانی گئی ہے اسی طرح قدرت کا تقاضا یہ ہے کہ عورت کو بھی شرم کا حصہ جانا جائے۔ یہ ایک فطری عمل ہے کہ عورتوں پر نظر پڑنے سے مردوں میں فریفتگی طاری ہوتی ہے اور اس طرح عورتوں کے دل میں مردوں کے لئے عشق پیدا ہوتا ہے۔ اس سے اخلاقی و سماجی پیچیدگیاں اور مالی پریشانیاں جنم لیتی ہیں۔ جنسی بے رہ روی کا دروازہ کھلتا ہے۔ مذہب نے عورتوں کیلئے پردہ کا اہتمام کیا ہے اور ان دروازوں کو بند کرنے کی کوشش کی جن سے برائی کے اسباب پیدا ہوتے ہیں۔ اس لئے شریعت نے عورت کو بلا ضرورت گھر سے نکلنے کی اجازت نہیں دی۔ پردے کا حکم دیا اور مرد اور عورت کے باہمی میل جول پر پابندی عائد کر دی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ "عورت شرم کی چیز ہے پس جب وہ گھر سے باہر ہوتی ہے تو شیطان نگاہ اٹھا کر اس کی طرف دیکھتا ہے"۔

ایسی ہدایات کا مقصد شرم و حیا کا فروغ اور عورتوں کی تقدیس کو بڑھانا تھا۔ ہر زمانے میں عورتیں اور مرد جمع ہوتے رہے ہیں اور اکثر نا کافی ستر پوشی میں ایک دوسرے کے پہلو میں بیٹھتے اور کھیلیں کھیلتے رہے ہیں جن سے بے حیائی کی روش جڑ پکڑتی ہے۔ عورتوں کے گھر سے باہر نکلنے اور مردوں کے آزادانہ اختلاط سے کئی ایسی بدعات نے جڑ پکڑ لی ہے جن کا پاکیزہ زندگی سے تعلق نہ تھا۔ ایسے تعلق سے جنسوں کے درمیان بدکاری نے عروج پکڑا۔ نیم برہنگی حسن اور خوبصورتی کا حصہ

سمجھی جانے لگی اور یہ بے حیائی اور بدچلنی اتنی بڑھی کہ انسانوں نے عریانی پر رکنا بھی ترک کر دیا۔ دین نے اس روش کی کڑی مخالفت کی اور ایسی ہدایات جاری کیں، جن سے نہ صرف مسلمانوں میں بلکہ پورے معاشرے میں عورت کا احترام قائم رہے اور بے راہ روی کے راستے بند ہوں۔

دین نے مختلف ضروریات کے لئے عورتوں کو باہر نکلنے کی اجازت تو دی لیکن حکم لگایا کہ وہ اپنے اوپر پردہ ڈالے رہیں اور خاوند یا محرم کے علاوہ کسی کے سامنے مواقع زینت نہ کھولیں۔ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ کوئی مرد کسی عورت سے تنہائی میں ملاقات نہ کرے۔ جب تک کوئی تیسرا ان میں موجود نہ ہو۔ جس کا دونوں لحاظ کرتے ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "آگاہ ہو جاؤ کوئی مرد کسی خاوند رسیدہ عورت کے پاس شب باشی نہ کرے اور فرمایا کہ کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ رہے کیونکہ تیسرا ان میں شیطان ہوتا ہے"۔

اسلام کے اوائل میں مسلمان عورتیں جاہلانہ طریق سے چلتی پھرتی تھیں اور اس قسم کے لباس و زیور پہنتی تھیں۔ اب حکم ہوا (۵ھ) کہ شریف عورتیں گھر سے نکلیں تو ایک بڑی چادر اوڑھ کر گھونگھٹ نکال لیا کریں۔ جس سے منہ بھی چھپ جائے۔ آنچل سینہ پر ڈال کر چلیں۔ پاؤں جھنک جھنک کر نہ چلیں۔ پردہ کی اوٹ سے بولیں۔ تصنع اور بناؤ کی بولی نہ بولیں۔ ازواج مطہراتؓ کے لئے غیر مردوں کے سامنے آنا قطعاً ممنوع ہوا (سیرۃ النبی)۔

حیا ایمان کا ایک جزو ہے جس طرح ایمان میں لازم ہے کہ تمام منکرات اور فواحش سے دور رہا جائے۔ بالکل اسی طرح حیاء بھی ان سے روکتی ہے۔ عورتوں کو شرم و حیا، پردہ، اپنی شرافت کو مجروح ہونے سے بچانا، شک و بدگمانی سے بچنا اور اجنبی مردوں سے اختلاط سے پرہیز اور مردوں کی تشبیہ نہ کرنے کی ہدایات دی گئیں۔ حتیٰ کہ ان قریبی عزیزوں سے بھی پردہ کا حکم ہوا جو محرم نہیں ہیں؟ عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"بچو تم عورتوں کے پاس جانے سے ایک شخص انصاری بولا یا رسول اللہ ﷺ اگر دیور جائے آپ ﷺ نے فرمایا دیور تو موت ہے"۔

مسلم کی ایک اور حدیث میں لیث بن سعدؓ کہتے تھے حدیث میں آیا ہے کہ حمو موت ہے اور حمو سے مراد خاوند کے عزیز و اقرباء ہیں۔ جیسے خاوند کا بھائی یا اس کے چچا کا بیٹا (خاوند کے جن عزیزوں سے نکاح جائز ہے) سب حمو میں داخل ہیں۔ ان سب سے پردہ کرنا چاہیے سوائے خاوند کے باپ اور بیٹے سے کہ وہ محرم ہیں۔ ہمارے مذہب نے عورت کو غیر سے بات کرتے وقت نرم لہجہ اختیار کرنے کی اجازت نہیں دی اور نہ ہی بلاضرورت بات کی حمایت کی ہے۔ پھر مخلوط مجالس، سٹیج پر گانا، تھرکنا، فحش گانے گانا اور مردوں کی مجلس میں گھل مل کر بات چیت اور ہنسی مذاق کو کہاں جائز قرار دیا جاسکتا ہے۔ ایسے لباس کی سخت مخالفت کی گئی جس سے بدن جھلکتا ہو اور جسم کی ساخت زیادہ پرکشش نظر آئے۔ ایسی عورتیں جو کپڑے پہن کر بھی ننگی نظر آئیں، ان کو سخت وعید سنائی گئی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ایسی نا ہنجار عورتوں کو عبرتناک انجام کی خبر دی۔ اللہ نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔ ایک بار نبی کریم ﷺ کے پاس مصر کی بنی ہوئی باریک ململ آئی۔ آپ ﷺ نے اس میں سے ایک حصہ پھاڑ کر دحیہ کلبیؓ کو دیا اور فرمایا کہ اس میں سے ایک حصہ پھاڑ کر تم اپنا کرتا بنالو اور ایک حصہ اپنی بیوی کو دوپٹہ بنانے کے لئے دیدو۔ مگر ان سے کہہ دینا کہ اس کے نیچے ایک اور کپڑا لگالیں تاکہ جسم کی ساخت اندر سے نہ جھلکے (ابوداؤد)۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اس وقت ان کے جسم پر باریک کپڑے تھے آپ ﷺ نے ان کی طرف سے منہ پھیر لیا اور فرمایا۔ اے اسماء جب عورت بالغ ہو جائے تو مناسب نہیں کہ اس کا کوئی عضو دیکھا جائے۔ (بخاری، ابوداؤد، مشکوٰۃ)

حضرت حسن بصریؒ (بطریق ارسال) کہتے ہیں مجھے حدیث پہنچی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "اللہ اس شخص پر لعنت کرے جو کسی اجنبی نامحرم عورت کو دیکھے اس عورت پر (بھی لعنت) جو اپنے دکھانے پر راضی ہو"۔ (مشکوٰۃ)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ: "جب یہ حکم نازل ہوا عورتوں نے باریک کپڑے چھوڑ کر موٹے کپڑے چھانٹے اور ان کے دوپٹے بنائے"۔ (ابوداؤد)

بہشتی زیور میں لکھا ہے کہ عورتوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایسا کپڑا پہنیں جس کی آستینیں پوری ہوں۔ آدھی آستین کا کرتا یا قمیض پہننا گناہ ہے اور نہ ایسا باریک لباس پہنیں جس سے بدن جھلکتا ہو۔ ایسی عورتیں قیامت کے دن برہنہ اٹھائی جائیں گی۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہؓ سے پوچھا کہ عورتوں کے حق میں کونسی چیز بہتر ہے۔ آپؓ نے عرض کیا کہ نامحرم مرد اسے نہ دیکھے اور کسی غیر مرد کو وہ نہ دیکھے۔ جناب نبی کریم ﷺ کو یہ بات پسند آئی۔ صاحبزادی کو گلے لگایا اور فرمایا کہ تم میرا جگر پارہ ہو۔ عورتوں کو پردے کا حکم دیا گیا تو دوسری طرف مردوں کو بھی تاکید کی کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا پہلی نگاہ تیرے لئے ہے اور دوسری تیرے لئے نہیں۔ ترمذی، ابو داؤد اور نسائی میں حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جو آنکھ (نظر بد یا شہوت سے) کسی اجنبی مرد یا عورت کو دیکھتی ہے وہ زانیہ ہے اور عورت خوشبو مل کر جب کسی مجلس پر گزرتی ہے تو وہ بھی ایسی ویسی (یعنی زانیہ) ہے"۔

حریرؓ بن عبداللہ نے ناگاہ نظر پڑنے کا پوچھا تو آپ ﷺ نے حکم دیا نگاہ پھرنے کا۔ ایک متفق حدیث میں بیان ہوا ہے کہ جس طرح عورت کے لئے احتیاط ضروری ہے کہ غیر مرد کے کان میں اس کی آواز نہ پڑے اسی طرح مرد کو احتیاط واجب ہے کہ خوش آوازی سے غیر عورتوں کے روبرو اشعار وغیرہ پڑھنے سے اجتناب کرے۔ کیونکہ عورتیں رقیق القلب ہوتی ہیں۔ انکی خرابی کا اندیشہ ہے۔ مردوں کو یہ بھی حکم ہے کہ اگر وہ کسی عورت کیساتھ خلوت میں ہو اور دوسرا شخص اس کو دیکھے تو اس سے کہہ دے کہ میری بی بی یا محرم ہے تاکہ بدگمانی نہ ہو۔ حضرت ابو امامؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جو مسلمان کسی عورت کے محاسن یعنی حسن و جمال کو دیکھ کر اپنی آنکھ بند کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک ایسی عبادت نکال دیتا ہے جس کی حلاوت وہ اپنے دل میں پاتا ہے"۔ (احمد۔طبرانی)

"جو کوئی جھانکے کسی قوم کے گھر میں بغیر ان کی اجازت کے تو ان کو حلال ہے اس کی آنکھ پھوڑنا" (مسلم)

دین نے مردوں کو عورتوں اور عورتوں کو مردوں کی وضع اختیار کرنے اور ان جیسی شکل بنانے سے منع کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو مرد بننے کی کوشش کرتی ہیں اور منع کیا عورتوں کو سر میں جوڑ لگانے سے اور لعنت فرمائی گودنے والیوں اور گدانے والیوں، منہ کے بال اکھڑوانے والیوں اور دانتوں کو رتوانے والیوں پر جو خلق خدا کو بدلتی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا عورت عورۃ ہے جب بے پردہ نکلتی ہے تو شیطان اس کو تکتا ہے۔(ترمذی)

حضرت ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ میں اور حضرت میمونہؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھیں کہ ابن مکتومؓ (نابینا) آئے، رسول اللہ ﷺ نے ہم سے فرمایا کہ اس سے پردہ کرو۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ وہ تو اندھے ہیں ہم کو نہیں دیکھ سکتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم بھی اندھی ہو کہ اس کو نہیں دیکھ سکتیں۔(مشکوٰۃ)

سورہ احزاب میں نبی کریم ﷺ کی بیویوں کے نام جو ہدایات جاری کی گئیں دراصل اس کا مقتضاء تمام مسلمان گھرانوں میں اصلاحات کا نفاذ تھا تا کہ اس گھر سے ابتدا کر کے مسلمانوں کو پاکیزہ طرز زندگی کا نمونہ دکھایا جائے اور نبی ﷺ کے گھر کی مثال دوسروں کے لئے تقلید کا باعث ہو۔ پھر سورہ نور میں فرمان باری تعالیٰ ہے:

"اے نبی! مومن عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں جھکا کر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھائیں بجز اس کے جو ظاہر ہو جائے اور اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈالے رہیں۔ وہ اپنا بناؤ سنگھار نہ ظاہر کریں مگر ان لوگوں کے سامنے، شوہر، باپ، شوہروں کے باپ، اپنے بیٹے، شوہروں کے بیٹے، بھائی بھائیوں کے بیٹے، بہنوں کے بیٹے اور اپنے میل جول کی عورتیں۔ اپنے لونڈی، غلام، وہ زیردست مرد جو کسی اور قسم کی غرض نہ رکھتے ہوں اور وہ بچے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے واقف نہ ہوئے ہوں جو انہوں نے چھپا رکھی ہوں اس کا لوگوں کو علم ہو جائے۔ اے مومنو! تم سب مل کر اللہ کے حضور توبہ کرو توقع ہے کہ تم فلاح پاؤ گے"۔

مکئی کے فوائد

(احمد رضا خان)

مکئی بھی جو، جئی (oats)اور چاول کی طرح ایک اہم غلہ ہے ۔امریکہ میں اسے گیہوں کی طرح اگایا جاتا ہے ۔مکئی کو وہاں کی ثقافت اور تہذیب میں خاص اہمیت حاصل ہے ۔یہ صنعتی اور ادویاتی مصنوعات میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے ۔دنیا کے مختلف حصوں میں مکئی کھا کر لاکھوں غریب اپنی بھوک مٹاتے ہیں ۔مکئی کے سبز، رسیلے، خوش ذائقہ گودے دار پتوں اور دانوں کو مویشیوں کے لیے بطور چارہ استعمال کیا جاتا ہے جن میں خاص طور پر دودھ دینے والے مویشی شامل ہیں ۔

امریکہ میں مکئی کی نئی اقسام جینیاتی تبدیلیوں کے ساتھ اگائی جا رہی ہیں ۔مکئی امریکہ اور میکسکو کے جنوبی علاقوں میں کثرت سے کاشت کی جاتی ہے اور یہی اس کا اصل وطن ہے ۔اس کا پودا گھاس کی شکل کا لمبا ہوتا ہے ۔یہ پودا جس نسل سے تعلق رکھتا ہے، اس نسل یا خاندان میں کئی قسم کے دلیے بھی شامل ہیں ۔مکئی پیدا کرنے والے ملکوں میں امریکہ، چین، برازیل ،ارجنٹائن، میکسیکو فرانس، جنوبی افریقہ، روس، رومانیہ اور یوگوسلاویہ شامل ہیں ۔ ہندوستان میں اسے پرتگالی سیاحوں نے 17 ویں صدی عیسوی میں متعارف کرایا ۔پاکستان میں خیبر پختون خوا اور پنجاب کے بارانی علاقوں میں مکئی کی پیداوار زیادہ ہوتی ہے ۔سندھ میں اس کی پیداوار کم اور یہ صرف حیوانات کو چارے کے طور پر کھلانے کے لیے لگائی جاتی ہے ۔مکئی کے چھوٹے پودے میں ایک یا دو بھٹے لگتے ہیں جبکہ بڑے پودے میں دو یا تین بھٹے ۔امریکہ اور دوسرے مما لک میں مکئی کے پودے میں دوسرے پودوں کی قلمیں لگا کر نئی قسم کی مکئی اگائی جا رہی ہے ۔ان دو نسلی پودوں میں کیڑا نہیں لگتا ۔اس کی فروخت عام مکئی سے زیادہ ہوتی ہے ۔مکئی کا بھٹہ مخروطی شکل کا ہوتا ہے ۔اس میں چھ، سات انچ لمبے خوشے اگتے ہیں ۔پھر ان خوشوں میں مکئی کے دانے اگتے ہیں

یہ دانے سرخ قرمزی ، پیلے یا سفید کے رنگ کے ہوتے ہیں ۔مکئی کے دانوں کا گودہ نرم اور ملائم ہوتا ہے اور اس میں نشاستہ، کاربو ہائڈریٹ ،گلوٹن یعنی لحمیاتی مرکب (جو غلے میں پایا جاتا ہے) اور ریشہ شامل ہوتا ہے۔

مکئی میں شامل نشاستہ کی بنا پر اسے کسٹرڈ ، پڈنگ تیار کی جاتی ہے ۔اسے سوپ کو گاڑھا کرنے ،چٹنی کو مزیدار بنانے اور بیکری کی بہت سی اشیا میں استعمال کیا جاتا ہے ۔شہروں میں لانڈری والے پولیس ،ملٹری کے لباس ،طالب علموں کی یونیفارم ،معالجین کے سفید کوٹ اور صفائی کا کام کرنے والے افراد کے ایپرن کو سخت اور بے لچک بنانے کے لیے مکئی کا نشاستہ استعمال کرتے ہیں ۔شلوار اور قمیص میں بھی اس کا کلف لگا کر پہنا جاتا ہے ۔مکئی سے لئی بھی بنائی جاتی ہے ۔لفافوں کا منہ بند کرنے ،وال پیپر لگانے اور قالینوں کی پشت پر لگانے کے کام آتی ہے ۔مکئی کی لئی کو ادویہ کی تیاری میں بھی استعمال کیا جاتا ہے مکئی کے دانوں کو بھون کر بھی کھایا جاتا ہے ۔خواتین اپنے اہل خانہ کو اس کا دلیہ بنا کر کھلاتی ہیں تا کہ وہ جلد توانائی حاصل کر سکیں ۔ پاکستان اور ہندوستان میں مکئی خوب کھائی جاتی ہے ۔مکئی کا تیل صحت بخش ہوتا ہے اس لیے کہ اس میں کولیسٹرول نہیں ہوتا اور رگوں میں نہیں جمتا ۔شام کے وقت جب بھوک لگتی ہے تو بچے بڑے سبھی کچھ کھانے کی فرمائش کرتے ہیں ایسے میں خاتون خانہ پاپ کارن بنا کر انہیں دیتی ہیں ۔اگر کوئی مہمان بنا موقع آجائے تو پاپ کارن کو نمکو کے ساتھ رکھ کر تواضع کی جا سکتی ہے ۔مکئی میں 55 فیصد لحمیات 66 فیصد نشاستہ اور 2 سے 3 فیصد چکنائی ہوتی ہے ۔28 گرام مکئی 3 گرام کیلشیم ہوتا ہے لیکن حیاتین بالکل نہیں ہوتیں ۔حیاتین کی کمی کے باعث مکئی کھانے والوں کو پیلگرا (pellagra) نامی مرض لاحق ہو جاتا ہے جس میں جلد ہاضمے کا نظام اور اعصابی نظام متاثر ہوتے ہیں ۔ایسے افراد کو حیاتین ب (وٹامن بی) والی غذائیں کھانی چاہئیں ۔

مکئی کے بھٹے، بڑے، چھوٹے سب ہی شوق سے کھاتے ہیں ۔بچوں کے لیے مائیں بھٹوں کو انگیٹھی کے کوئلوں پر سینک لیتی ہیں ۔مکئی کے دانے اگر آپ کو سخت لگتے ہیں تو انہیں مکئی

کے تیل میں تل سکتے ہیں۔ تلنے کے بعد دانے نرم اور ملائم ہو جاتے ہیں۔ بھٹوں کو گرم پانی میں ابالنے کے بعد بھی تلا جاتا ہے جس سے ذائقے میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ ابلے ہوئے بھٹے ہمارے ہاں ٹھیلوں پر فروخت کیے جاتے ہیں۔ انہیں جب نمک یا لیمو لگا کر کھایا جاتا ہے تو بہت مزے دار ہو جاتے ہیں۔ مکئی کے آٹے کی چپاتیاں بھی بنائی جاتی ہیں جو سرسوں کے ساگ کے ساتھ بہت شوق سے کھائی جاتی ہیں۔ یہ ساگ زیادہ تر سردیوں میں کھایا جاتا ہے۔ ایسا ساگ اب ہوٹلوں میں بھی دستیاب ہے۔ مکئی کے آٹے کو گندم کے آٹے کے ساتھ ملا لیا جائے تو اس سے معدے کی تیزابیت ختم ہو جاتی ہے اور قبض بھی نہیں ہوتا۔ یہ ذیابیطس کے اثرات کو کم کرتا اور دل کی بیماریوں کو گھٹاتا ہے۔

دعائے مغفرت

راولپنڈی سے ظفر سعید کی والدہ

ڈسکہ سے خرم شہزاد کی نانی جان

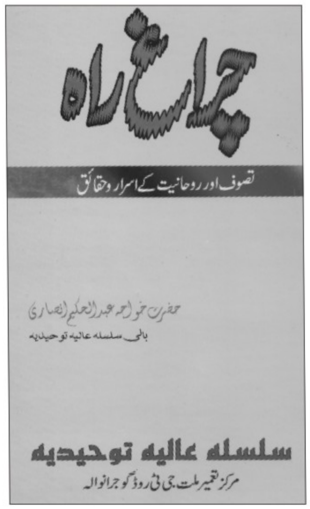
ملتان سے حاجی محمد رفیق کے ماموں زاد

بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّـا اِلَیْہِ رَاجِعونَ)

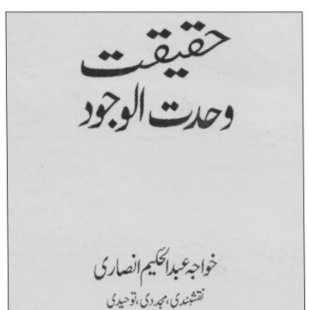
اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔

مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف



کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات ،مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔زوال اُمت میں اُمراء ،علماء،صوفیاء کا کردار۔علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پر اثرات۔سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔

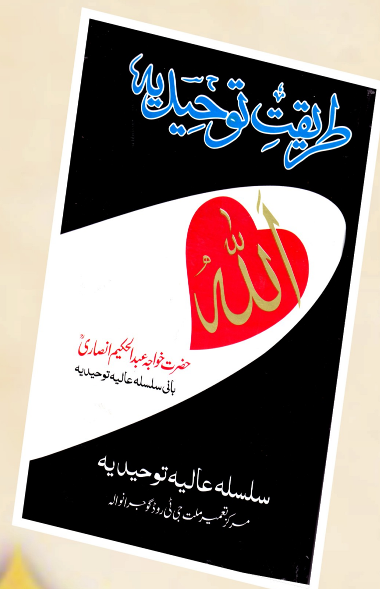


وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔مصنّفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کردیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشھود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظّام کو ہوجانے والی غلط فہمیاں۔

مکتبہ توحیدیہ کی مطبوعات



قرون اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوّف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرار ورموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔



یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمّل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کر دیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد، اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کر دیئے ہیں جس پر عمل کر کے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبّت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کر سکتا ہے۔

Reg: CPL - 01
Website www.tauheediyah.com